کرولا کا جدید سیاہ ماڈل ایک جھٹکے سے وسیع اراضی پر پھیلے بوگن ویلیا کی بیلوں میں لپٹے جدید طرز کے تعمیر شدہ سرمئی بنگلے کے سامنے آ رکا۔ فرنٹ ڈور وا ہوا اور سیاہ چمکتے جوتوں نے سرمئی تارکول سے بنی سڑک پر قدم رنجہ فرمایا۔ وہ جو بھی تھا خوبرو' شاندار شخصیت کا مالک' اپنے مخصوص دلفریب انداز میں نفاست سے سجے سلکی ہیئر اسٹائل پر دا ہنا ہاتھ پھیرتا لمبے لمبے ڈگ بھرتا بنگلے کے گیٹ کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے اس کی کلائی میں بندھی گھڑی کے ڈائل سورج کی کرنوں سے نگاہیں چار کرتے ہیرے کی مانند دمک رہے تھے۔ اس کے تن پر سجا لباس اور دیگر لوازمات چیخ چیخ کر اپنی امارت کا اعلان کر رہے تھے' گیٹ پر متعین چوکیدار نے اس کی آمد کی اطلاع مالکان تک پہنچائی اور اجازت ملتے ہی بنگلے کے دروازے اس کے لیے وا کر دیے گئے۔ اس نے بنگلے کے اندر قدم رکھتے ہی ایک طائرانہ نگاہ ارد گرد دوڑائی' وہ ایک خوب صورت پتھریلی روش پر کھڑا تھا جو بنگلے کے اندرونی دروازے تک جاتی تھی اس روش کے دونوں اطراف گرین گھاس اور پھول' پودوں سے آراستہ خوب صورت لان تھا' اس کے لبوں پر مخصوص طلسماتی مسکراہٹ سج گئی۔ ایسی مسکراہٹ جو مقابل کے دل کو زیر کر دینے کی صلاحیت رکھتی ہو' یکا یک فضا ایک خوف ناک للکار سے گونج اٹھی۔ وہ خوف زدہ سا دو تین قدم پیچھے ہٹا' چمکتی گہری براؤن جلد اور بھاری بھرکم جسامت کے مالک بل ڈوگ نے چھلانگ لگاتے ہوئے اس پر حملہ کیا تھا' وہ گھبراتا ہوا زمین بوس ہوا۔ حملہ انتہائی اچانک ہوا تھا اور حملہ آور غضب ناک تیور لیے اپنی خونخوار نگاہوں سے اسے گھورتا ہوا' بنگلے میں بنا اس کی اجازت کے داخل ہونے پر اپنی مادری زبان میں دھمکیوں سے نواز رہا تھا۔

"اسٹاپ براوو......" ایک معصوم مگر تحکمانہ لہجے سے بھرپور آواز فضا میں ابھری اور براوو نے فوراً سے پیشتر عارب کو اپنی تحویل سے آزاد کرتے ہوئے اس آواز کی سمت دیکھا وہ لگ بھگ چھ سال کی انتہائی پیاری اور معصوم بچی تھی جو غصے سے کمر پر ہاتھ لٹکائے کھڑی براوو کو گھور رہی تھی۔

"اپنے گھر میں واپس جاؤ براوو۔" اگلا حکم جاری ہوا اور براوو اس کے حکم کی تعمیل کرتا دم ہلاتے ہوئے اگلے ہی لمحے قلانچیں بھرتا منظر سے غائب ہو گیا۔ وہ اپنی پینٹ جھاڑتا ہوا براوو کو نظروں سے گم ہوتا دیکھتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

"آئی ایم سوری عارب انکل۔" وہ شرمندہ سی سر جھکائے اس سے مخاطب ہوئی' اس نے چونک کر اس ننھی پری کو دیکھا۔

"آپ مجھے جانتی ہیں لٹل پرنسس......!" اس کے لہجے میں خوش گوار حیرت جھلک رہی تھی۔

"ایک دفعہ آپ کی تصویر پاپا کے ساتھ دیکھی تھی' پاپا نے بتایا تھا آپ ان کے بہترین دوست ہیں بس مجھے آپ کی تصویر اور نام یاد رہ گیا۔" وہ مزے سے بتا رہی تھی۔

"آہاں...... گڈ میموری' ویسے اس شہزادی کا نام کیا ہے؟" اس نے دلچسپی سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"پری......!" وہ کھلکھلا کر ہنستے ہوئے بولی اور مزید کہانیاں سنانا شروع ہو گئی۔ وہ اس کی باتیں سنتا مسکراتا ہوا اس کی ہمراہی میں بنگلے کے اندر داخل ہوا اس سے قبل کہ وہ مزید اس سے کچھ پوچھتا ایک کھنکتی ہوئی آواز نے ان دونوں کو اپنی جانب متوجہ کر لیا' آواز ٹیرس کی جانب سے

آئی تھی جسے سنتے ہی پری اسے الوداع کہتی ٹیرس کی جانب بھاگ گئی۔ وہ کچھ دیر تک شش و پنج میں مبتلا یونہی کھڑا ٹیرس کی جانب دیکھتا رہا۔

"ارے عارب.....! میرے دوست۔" وہ چونک کر پیچھے پلٹا' اس کے بچپن کا دوست احمر اپنی بانہیں وا کیے اس کی جانب مسکراتا ہوا بڑھ رہا تھا۔ وہ بھی پُرجوش سا احمر کے گلے جا لگا' ابتدائی کلمات کے بعد احمر اسے اپنے ہمراہ ہی لیے ڈرائنگ روم میں آ گیا۔ وہ دونوں بچپن کے زمانے کے دوست تھے جو کالج تک ساتھ رہے۔ اس کے بعد عارب کامیاب و روشن مستقبل کے لیے دبئی منتقل ہو گیا اور آج کوئی سات سال بعد پاکستان آنے پر احمر سے ملاقات کرنے آیا تھا یوں تو وہ پہلے بھی پاکستان چند ایک بار آ چکا تھا مگر احمر سے ملاقات ایک طویل عرصے بعد ہو رہی تھی بلکہ یوں کہیں تو بے جا نہ ہوگا کہ ان کا رابطہ ہی کالج کے بعد اب ہوا تھا۔ بہت دیر تک گپیں لگانے کے بعد احمر نے مسکراتے ہوئے عارب سے پوچھا۔

"اور یار شادی کب کر رہے ہو تقریباً تمام دوستوں نے کرلی' بس تم ہی ایک اکیلے رہ گئے ہو۔" جواب میں وہ دلفریب انداز میں مسکرایا۔

"بس یار اس لڑکی کے انتظار میں ہوں جسے دیکھتے ہی دل اسے اپنا مکین بنانے کی اجازت دے دے۔"

"تو ملی نہیں کوئی ایسی ابھی تک؟" احمر نے اسے دلچسپی سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں ابھی تک تو نہیں۔" اس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے بتایا پھر کچھ خیال آنے پر اس سے پوچھنے لگا۔

"تم بتاؤ ناں' کیسی جا رہی ہے ازدواجی زندگی۔ پری تو بہت پیاری بچی ہے بھابی کیسی ہیں۔ اب تک ملوایا بھی نہیں تم نے۔" اس کا سوال مکمل ہوتے ہی کمرے میں مایوسی پھیل گئی احمر کے چہرے پر ایک سایہ سا لہرا گیا تھا۔

پورا دن ایک دوسرے کے نام کرنے کے بعد عارب واپسی کے لیے ڈرائنگ روم سے نکلا تو ملاقات مسز علوی سے ہوئی۔

"ارے تم عارب ہو ناں۔" نفیس شخصیت کی مالک مسز علوی نے نظر کا چشمہ اپنی ستواں ناک پر سجاتے ہوئے پوچھا۔

"جی آنٹی عارب ہوں' آپ نے تو فوراً پہچان لیا مجھے۔" وہ ان کے برابر میں بیٹھتا ہوا بولا۔

"ارے بچپن سے تم دونوں دوستوں کو ساتھ دیکھ رہی ہوں' یہ کیسے ممکن ہے کہ پہچانوں گی نہیں۔" ان کی بات پر دونوں دوست مسکرا اٹھے' کچھ دیر تک گفتگو جاری رہی اور پھر عارب ان سب سے اجازت لے کر وہاں سے روانہ ہو گیا۔ جاتے ہوئے مسز علوی نے اس سے پھر آنے کا وعدہ لیا تھا۔

❁....❁....❁
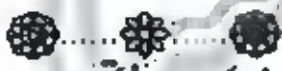
بارش..... وہ بارش کی دیوانی تھی' ان شفاف و پاکیزہ بوندوں کی دیوانی جو کائنات کے جس ذرے پر بھی پڑتیں رنگ بھر دیتیں۔ مٹی سے ملتی تو سوندھی خوشبوؤں کی صورت فضا میں بکھر جاتیں۔ پھولوں پر قیام کرتیں تو شبنم کہلاتیں پودوں سے ملن پر انہیں نکھار دیتیں' وہ بھی انہیں اپنے وجود میں اتار کر معطر ہونا چاہتی تھی' ان کے سارے رنگ اپنے اندر سمو لینا چاہتی تھی۔

آج شہر سمندر پر گھنگھور گھٹاؤں کی حکمرانی تھی آج صبح سے برستی بارش اب ہلکی ہلکی کن من بوندوں کا روپ دھارے زمین والوں سے ملاقات کر رہی تھی اور وہ بارش کی دیوانی کب سے بھیگتی رہی تھی۔ کبھی ننھے قطروں کو اپنی ہتھیلیوں پر سجائے بارش کے مدھم سروں کے سنگ گنگناتی گول گول گھومتی' اس کے یوں گول گول گھومنے سے بارش کی بوندیں بھی ہنستی ہوئیں جھوم اٹھتیں۔ اس کی فالسی رنگ کی گھیر دار فراک بھی اٹھلاتی ہوئی محو رقص تھی۔ پری اسے پُرشوق نگاہوں سے یوں چہکتا دیکھ کر اسی کے انداز میں گول گول گھومنے لگی۔

"مما..... میری فراک گول گھومنے پر زیادہ پیاری لگ رہی یا آپ کی؟" اس کا سوال سن کر اسے ہنسی آ گئی' پری اس کا مقابلہ کر رہی تھی۔

''میری پری کی۔'' وہ گھٹنوں کے بل جھکتی پری کے گیلے بالوں کی لٹوں کو کھینچتی ہوئی مسکراتے ہوئے بولی۔

''یعنی پری کی تو بات ہی نرالی ہے۔'' پری ایک ادا سے گردن اکڑاتے ہوئے بولی تو اس نے نقرئی ہنسی ہنستے ہوئے اس کے ماتھے کو چوما پھر اسے گود میں اٹھالیا۔

''اس میں بھی بھلا کوئی شک کی بات ہے۔'' وہ لان کے داہنے جانب ایستادہ لکڑی کے بڑے اور خوب صورت سے جھولے پر بیٹھتے ہوئے بولی تو پری نے بھی محبت سے اس کے گالوں پر بوسہ دیا۔

''پر میری مما کا بھی تو کوئی مقابلہ نہیں ناں۔'' وہ دونوں یونہی ایک دوسرے سے لاڈ پیار دکھاتی تھیں۔ ٹیرس میں کھڑی مسز علوی نے بڑی محبت سے اس منظر کو دیکھا اور اپنے کمرے کی جانب چل پڑیں۔ ٹھیک اسی پل نچلی منزل کے کمرے کی کھڑکی پر کھڑے سائے نے کھڑکی کے پردے برابر کیے اور اگلے ہی پل اس کمرے سے جھلملاتی روشنی بجھ گئی اور ان تمام باتوں سے بے خبر وہ دونوں مدھم پڑتی بارش میں بھیگتیں اردگرد سے بے نیاز ایک دوسرے میں مگن تھیں۔ پری اب اس کی آغوش میں ہی نیند کے زیر اثر چلی گئی تھی اور وہ برستی ہوئی بوندوں کو اپنی ہتھیلیوں پر جمع کرتی گہری سوچوں میں غرق تھی۔ اس کی آنکھوں سے اشک چھلک کر پری کے چہرے پر جذب ہوگئے تھے‘ کن من ہوتی بارش کا سلسلہ ابھی تک جاری تھا۔

❁......❁......❁

گہرا نیلا بادلوں سے صاف آسمان ستاروں کی چادر اوڑھے لحہ بہ لحہ تاریکی کی بکل مارے چپکے چپکے گزرتی رات کو خاموشی سے دیکھ رہا تھا۔ دن بھر برستی بارش سے اٹھتی مٹی کی سوندھی مہک فضاء کو معطر کررہی تھی۔ دور کہیں سے آوارہ کتوں کے بھونکنے کی آواز خاموشی کو چیرتی ہوئی ماحول کو مزید پُراسرار بنارہی تھی۔ ہر سو ہو کا عالم تھا ایسے میں دھیمے رفتار سے اٹھتی قدموں کی چاپ نے مسلسل بولتے جھینگروں کو بھی خاموش کرڈالا تھا۔ چاند کی روشنی پیڑوں سے چھن کر ان دونوں سایوں پر پڑرہی تھی جو دو مخالف سمتوں سے آکر اب ایک دوسرے کے روبرو آکھڑے ہوئے تھے۔

''تجھے کوئی فکر نہیں ناں میری تو بیٹھا آرام سے اپنے گھر کل بیاہ رہا ہے میرا چاچا مجھے۔'' زنانہ سرگوشی فضاء میں ابھری اضطراب سے بھرپور کپکپاتی ہوئی۔

''ایسا کیوں کہہ رہی ہے عذرا...... تیرا چاچا ایسا نہیں کرسکتا میں نے خود فضل چاچا سے بات کی ہے انہوں نے تیرے چاچا کو خود ہماری شادی کا کہا ہے۔'' مردانہ سایہ فکر مندی سے دو قدم آگے بڑھ کر بولا۔

''تو کیا جانتا نہیں میرے چاچا کو‘ چھپ کر میری شادی کرادے گا تو کیا کرے گا پھر تو اور فضل چاچا......'' زنانہ سائے کے لہجے میں پریشانی کے ساتھ ساتھ غصہ بھی جھلک رہا تھا۔ وہ سایہ مزید کچھ کہہ کر واپسی کے لیے مڑا تھا کہ پھر یک دم ٹھٹک کر رکا۔ ذرا فاصلے پر ایک سایہ ابھرا تھا وہ دونوں دھڑکتے دل کے ساتھ سانس روکے پیڑ کے پیچھے دبک کر بیٹھ گئے سایہ رفتہ رفتہ ان کے قریب آرہا تھا۔

❁......❁......❁

''تین دن ہوگئے احمر...... عارب پھر ملنے نہیں آیا جبکہ وہ وعدہ کرکے گیا تھا کہ روز آیا کرے گا۔'' صبح ناشتے پر مسز علوی نے سلائس پر جام لگاتے ہوئے بائیں جانب بیٹھے جوس کا گلاس حلق سے اتارتے احمر سے پوچھا۔

''وہ حیدرآباد میں تھا دو دن سے‘ آج کراچی واپس آئے گا۔ کہہ رہا تھا کہ شام میں چکر لگائے گا۔'' احمر نے جوس کا گلاس ختم کرتے ہوئے جواب دیا اور نیپکن سے منہ صاف کرتے ہوئے اپنے برابر بیٹھی پری کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

''چلو پری...... ناشتا کرلیا تم نے۔'' بے دلی سے دودھ پیتی پری گلاس چھوڑ کر فوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔

''پری...... دودھ کا گلاس پورا ختم کرو۔'' عروبہ نے اسے گھورتے ہوئے سرزنش کی اس سے قبل منہ بناتی پری زبردستی پھر سے دودھ پیتی احمر نے ناگواری سے ٹوکا۔

''پری...... نہیں پینا تو چھوڑ دو۔ زبردستی پینے سے

تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا بلکہ طبیعت ہی خراب ہوگی۔“

احمر کی بات پر عروبہ نے حیرت سے اس کی جانب دیکھا' وہ بے زار سا کھڑا پری کی جانب متوجہ تھا۔ پری دودھ سے جان چھوٹنے پر خوش تھی اور اس کے پاس آ کر گلے میں باہیں ڈال کر رخسار چومتے ہوئے بولی۔

”اللہ حافظ ماما......“ عروبہ نے احمر کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے پری کی پیشانی پر بوسہ دیا۔

”اپنا خیال رکھنا پری اور لنچ ضرور کر لینا۔“ مسز علوی ان دونوں کو دیکھ کر مسکرائیں تھیں۔ پری احمر کے ساتھ اسکول کے لیے روانہ ہوگئی تھی۔

”ماما آپ کسی عارب کا ذکر کر رہی تھیں' کون ہے یہ عارب؟“ عروبہ یاد آنے پر مسز علوی سے پوچھنے لگی۔

”ارے یہ احمر کا بچپن کا دوست ہے' تمہیں یاد ہوگا کہ اسکول کے زمانے میں آتا تھا گھر پر' دونوں سارا دن کرکٹ' بیڈمنٹن کھیلتے رہتے تھے۔ کالج کے دنوں میں آنا جانا کچھ کم ہوگیا تھا' پھر یہ کوئی سات سال قبل دبئی چلا گیا تھا۔ ایک زمانے کے بعد دونوں ملے ہیں' بہت ہی پیارا بچہ ہے۔“ مسز علوی نے ایک ہی سانس میں ساری داستان کہہ سنائی۔ وہ مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلاگئی' ایک ادھوری یاد کا سایہ تو اس کے ذہن میں لہرایا تھا مگر وہ یاد ادھوری ہی رہی۔ وہ سر جھٹک کر میز سے اٹھنے لگی پھر کچھ یاد آنے پر رک کر مسز علوی سے مخاطب ہوئی۔

”ارے ماما...... آپ کو یاد ہے پرسوں پری کی سال گرہ ہے' اس سلسلے میں آپ نے احمر سے کوئی بات کی؟“

”نہیں مجھے تو ابھی یاد دلایا تم نے' تمہیں یاد تھا تو تم پوچھ لیتیں ناں احمر سے۔“

”مجھے تو رہنے دیں ماما...... آپ کے بیٹے کو میں نہیں اچھی لگتی تو میری بات کہاں سے اچھی لگے گی' آپ خود بات کر لیجیے گا۔“ وہ اداسی سے مسکراتے ہوئے آزردگی سے بولی۔

”عروبہ وہ پہلے تو ایسا نہ تھا۔“ وہ بے چارگی سے اتنا ہی کہہ پائیں۔

”پہلے کی بات بھول جائیں' اب جو روپ ان کا ہمارے سامنے ہے وہی حقیقت ہے۔“ اس کی آنکھوں کے کناروں میں نمی تیر رہی تھی جسے وہ انگلی سے صاف کرتی سیڑھیوں کی جانب بڑھ گئی۔ مسز علوی خاموشی سے اس کی پشت گھورتی رہ گئیں۔

عارب حسب وعدہ شام میں ان سب کے ساتھ محفل میں شامل تھا۔ عروبہ نے پہلی بار اسے دیکھا تھا' بچپن کی یاد پر جمی دھول کچھ کچھ ہٹنے لگی اور ایک مسکراتی ہوئی شبیہہ ذہن کے پردے پر ابھری' وہ جو بھی تھا مقابل کے دل میں اتر جانے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ عروبہ ایک نظر اس پر ڈال کر دل ہی دل میں اس کی شاندار وجاہت کا اعتراف کرتی نظر ہٹا گئی۔

”آنٹی آپ ہی سمجھائیں اسے' اتنا زبردست میوزیکل کانسرٹ ہے اس کی ٹکٹس لے کر آیا ہوں اور یہ جانا نہیں چاہ رہا۔“ عارب نے خفگی جتاتے ہوئے مقدمہ مسز علوی کے سامنے رکھ دیا۔

”بیٹا میری طرف سے پوری اجازت ہے تم اسے ڈنڈا ڈولی کرتے ہوئے بھی لے جاؤ تو مجھے خوشی ہوگی۔“ مسز علوی کی بات پر وہ سب بے ساختہ ہنس پڑے سوائے احمر کے وہ نروٹھے پن سے سب کو خفگی سے دیکھتا رہا۔

”رہنے دیں عارب آپ' کچھ لوگوں کو اتنے پُرخلوص رشتے راس نہیں آتے۔ قدر تب ہوتی ہے جب یہ بھی ان سے چھن جائیں۔“ ان سب کی ہزار کوششوں کے باوجود وہ جب ٹس سے مس نہ ہوا تو عروبہ نے بڑی تلخی سے یہ جملہ احمر کی جانب اچھالا' نہ جانے کب کا حساب تھا جو آج برابر کیا گیا تھا۔ احمر اسے لب بھینچے گھورتا رہا اور پھر ایک جھٹکے سے اٹھ کر وہاں سے چلا گیا۔ عارب یک دم شرمندہ سا ہوگیا اسے لگا یہ سب اسی کی وجہ سے ہوا ہے۔

”آپ کو پتا ہے اب کیا ہوگا' اب پاپا تیار ہو کر نیچے آئیں گے اور ماما کو غصہ دکھاتے ہوئے آپ کے ساتھ کنسرٹ پر چلے جائیں گے۔“ پری نے شرارت سے اس کے کان میں گھسر پھسر کی' وہ بے یقینی سے پری کو دیکھنے لگا۔

"ہاں ناں...... ابھی خود دیکھ لیجیے گا آپ۔ ماما کی ایسی باتوں پر وہ ہمیشہ الٹا کام کرتے ہیں۔" وہ اسے مزید سمجھاتے ہوئے بولی۔ وہ حیرانگی سے اپنے سامنے بیٹھیں دونوں خواتین کو دیکھنے لگا جو زیر لب مسکراتیں ایک دوسرے کو دیکھ رہی تھیں' ایک بے ساختہ سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر بھی پھیل گئی۔

سامنے بیٹھی لڑکی دلفریب بھی تھی' منفرد بھی۔ احمر کچھ دیر بعد تیار ہوکر اس کے سامنے موجود تھا۔ عروبہ نے ایک بے زار نظر اس پر ڈالی اور نگاہیں پھیر لیں۔ احمر کے تیور مزید غضب ناک ہوئے اور ان غضب ناک تیوروں کو چہرے پر سجائے عارب کے ہمراہ وہ کنسرٹ کے لیے تن فن کرتا نکل گیا۔ ہال موسیقی کے شائقین سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا' وہ اپنے دوست کے ہمراہ ہاتھ میں کین سنبھالے تیزی سے مطلوبہ ہال کی جانب بڑھ رہا تھا' تبھی اسے اپنے ہاتھ سے کوئی شے کھینچتی ہوئی محسوس ہوئی وہ چونک کر پلٹا اور دم بخود رہ گیا۔ وہ مغرور حسینہ انتہائی غصے کے عالم میں اسے شعلہ برساتی نگاہوں سے بھسم کرنے کا ارادہ لیے کھڑی تھی۔

"محترمہ...... مانا میں ہالی ووڈ کے ہیرو سے مشابہت رکھتا ہوں مگر یوں سرراہ ٹکٹکی باندھے گھورنا' یقین مانیں بڑی ہی بدتہذیبی کی بات محسوس ہورہی ہے۔" وہ اپنے ہی دھن میں مسکراتا ہوا اس کے یوں گھورنے پر چوٹ کر گیا تھا۔

وہ دائیں ابرو چڑھائے خشمگیں نگاہوں سے گھور رہی تھی۔ اس کے ساتھ کھڑی لڑکی نے بمشکل اپنی مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے اس کے ہاتھ کی طرف اشارہ کیا تو نا سمجھی کے عالم میں اس نے اپنے ہاتھ کی جانب دیکھا اس کی گھڑی کی چین محترمہ کے بریسلیٹ کی چین میں اٹکی ہوئی تھی۔ وہ اٹکی ہوئی چین کو نکالنے لگا' چین نکلی تو وہ لڑکی اپنی سہیلی کے ہمراہ واپس چلی گئی اور اب وہ کھسیانی مسکراہٹ سجائے اپنے دوست کی طرف مڑا۔

"شکر کرو میں ساتھ تھا' ورنہ تمہاری خوش فہمی تو آج سر محفل تمہاری درگت بنوا رہی ہوتی اور کل ملک بھر میں خبر نشر ہوتی مشہور انڈسٹریلسٹ محمد نذیر کا اکلوتا بیٹا کانسرٹ شو میں لڑکیوں سے چھیڑ خانی پر پٹتا ہوا پایا گیا۔" دوست نے ادھار نہیں رکھا بلکہ سود سمیت لوٹا دیا' وہ دونوں اب ہنستے ہوئے ہال کی جانب بڑھ رہے تھے۔

❀......❀......❀

وہ سایہ چاچا کرم دین کا تھا اور اس رات وہ دونوں چاچا کی نظر سے بمشکل بچ پائے تھے پر اس کی اگلی ہی صبح وہ دونوں پھر ایک دوسرے سے ملے تھے۔ جہانگیر کچھ دیر تک عذرا کو بے خود سا دیکھتا رہا۔ وہ حسین تھی' بے انتہا حسین' پر اس کی بے پناہ محبت کی وجہ اس کا حسن ہی تو نہ تھا۔ وہ بچپن سے منسوب تھی اس سے اور اب جب ان کی شادی کا وقت قریب تھا کرم دین نے ایک بار پھر فساد برپا کردیا تھا۔ بات کچھ یوں تھی کہ کچھ عرصہ پہلے کرم دین کی بچھلی بیٹی پینا گھر سے بھاگ گئی تھی۔ بیٹی کیا بھاگی زمانے بھر کی رسوائی نے کرم دین کے گھر کا منہ دیکھ لیا۔ ساری برادری نے خوب تھو تھو کیا' کرم دین کا بس نہیں چلتا تھا کہ کسی طرح پینا تک رسائی ہو اور وہ اسے کوڑے مار مار کر ادھ موا کردے وہ رسوائی کی اس گٹھڑی کو اتارنا چاہتا تھا مگر کیسے؟ یہی سوچ سوچ کر وہ پاگل ہورہا تھا اور پھر اچانک ہی اس کے شیطانی دماغ نے ایک گھٹیا ترین ترکیب اختراع کرہی لی۔

جہانگیر کی چھوٹی بہن ثمینہ' پینا کی سب سے بہترین سہیلی تھی' بچپن سے ایک دوسرے کے ساتھ تھیں' ایک دوسرے کی باتوں سے بھی واقف تھیں۔ کرم دین نے بڑی مکاری سے جال بنتے ہوئے برادری میں یہ خبر گرم کردی کہ ثمینہ نے پینا کو بھگانے میں اس کا ساتھ دیا ہے۔ وہ ہی اسے اس ذلت آمیز فعل کے لیے اکساتی رہی' یوں وہ بھی اس جرم میں برابر کی شریک ہے لہٰذا اسے بھی سزا دی جائے۔ برادری والے کون سے انصاف وحق پر جان لٹانے والے تھے' انہیں بھی بس گھسی پٹی غیرت کو اچھالنے کا موقع ملنا چاہیے تھا سو جہانگیر کے در پر لعنت وملامت برسانے آپہنچے۔ جہانگیر اس اچانک پڑنے والی افتاد پر پہلے تو بوکھلایا اور اس بوکھلاہٹ میں معصوم بہن کو بھی زدو کوب کرڈالا' وہ معصوم چیخیں کرتی رہ گئی مگر کسی کو اس پر رحم نہ

آیا۔ کرم دین دولت کا تاج جہانگیر کے سر پر سجا کر بے حد مطمئن تھا۔ برادری والے جہانگیر پر زور ڈال رہے تھے کہ وہ اب کرم دین کے ساتھ انصاف کرے اس کی بہن اس کریہہ سازش میں ملوث پائی گئی ہے سو اب وہ اپنی بہن کرم دین کے حوالے کرے۔ کرم دین اس کے ساتھ جیسا بھی سلوک روا رکھے وہ اس کا حق ہوگا۔ جہانگیر اس سے لاتعلق رہے برادری کا فیصلہ سن کر جہانگیر سناٹے میں آ گیا اس دن وہ پہلی بار اپنی غیرت کو ایک طرف رکھ کر ہوش مندی سے سوچ رہا تھا۔ پنچایت کے سامنے مظلوم بنا بیٹھا کرم دین اس کی نظروں کے سامنے تھا اس کی مظلومیت کی آڑ میں چھپی خباثت اور سسکتا ہوا چہرہ اس کے سامنے تھا۔ چند دنوں میں ہی وہ لاغر اور برسوں کی بیمار معلوم ہو رہی تھی اور اسے اس حال تک پہنچانے میں کا اس کا اپنا کتنا ہاتھ تھا کتنی بے دردی سے مارا تھا اس نے اپنی پھول جیسی بہن کو وہ نظریں نہ ملا سکا۔

"بھائی میں سچ کہتی ہوں میں مظلوم ہوں مجھے اس گناہ کی سزا نہ دو جو میں نے نہیں کیا۔" وہ گڑگڑاتی ہوئی اس کے قدموں میں بیٹھ گئی۔ دور بیٹھی نصیبوں کا ماتم کرتی ثریا بی بی بیٹی کی یہ حالت دیکھ کر نم ہوتی آنکھیں رگڑنے لگیں۔ مردوں کا معاشرہ تھا شوہر قبر میں جا سویا تھا اب بیٹا ہی وارث تھا جو فیصلہ کرتا ماننا تھا اور ویسے بھی کیا ضمانت تھی کہ شوہر زندہ ہوتا تو بیٹی کے حق کے لیے کھڑا ہوتا۔ جہانگیر نے اپنی بوڑھی ناتواں ماں کو آنسو پونچھتے ہوئے دیکھا تو اس پر گھڑوں پانی پڑ گیا جھک کر دونوں ہاتھ سے بہن کو تھام کر اٹھایا۔

"مجھے معاف کردو ثمینہ...... میں بھول گیا تھا کہ بھائی صرف غیرت مند ہی نہیں بہنوں کا ہمدرد بھی ہوتا ہے۔ اپنی مردانگی کے زعم میں ہاتھ اٹھانا شان نہیں بلکہ بزدلی کا آخری درجہ ہے۔ تم میری ماجائی میری بہن جو خون تمہاری رگوں میں بہہ رہا ہے وہی میری رگوں میں بھی گردش کرتا ہے پھر کس طرح میں خود کو اعلیٰ اور تمہیں ذلیل سمجھ سکتا ہوں۔ بنا سچ جانے میں نے اپنی بہن پر اتنا ظلم کیا مجھے معاف کردے ثمینہ۔" وہ روتے ہوئے اپنی بہن کو سینے سے لگائے اعتراف کر رہا تھا۔ اسی اثناء گھر کا دروازہ زوردار انداز میں بجا وہ تینوں چونک کر دروازے کی سمت دیکھنے لگے انجانے خدشات ان کے دلوں میں سر اٹھانے لگے۔

❁......❁......❁

کنسرٹ بے حد شاندار گیا تھا وہ دونوں ہال سے نکل کر باتیں کرتے اپنی گاڑی کی طرف بڑھ رہے تھے۔

"اوئے...... تم ادھر بیٹھو گاڑی میرے حوالے کرو۔" وہ دھونس جماتا ہوا بولا۔

"نہ کر یار...... لاسٹ ٹائم بھی تو نے میری ہی گاڑی ٹھوکی تھی۔" اس کا دوست بے چارگی سے بولا۔

"وہ مہینے پہلے کی بات ہے اب بھول بھی جا یار۔" وہ اسے چڑاتے ہوئے اس کے ہاتھ سے چابی جھپٹتے ہوئے بولا تو مجبوراً اس کے دوست کو برابر والی نشست پر بیٹھنا پڑا۔ وہ ابھی پارکنگ ایریا سے گاڑی نکال ہی رہا تھا کہ پیچھے سے آتی گاڑی نے دھڑام سے ٹکر ماری وہ دونوں ہی شدید جھٹکے کھا کر آگے پیچھے ہوئے۔

"کہا تھا ناں تو نہ چلا بیٹا تو ہے ہی منحوس میری گاڑی کے لیے۔" اس کا دوست جھنجلاتا ہوا بولا۔

"ابے یار میرا کیا قصور...... چل دیکھتے ہیں کس آنکھ کے اندھے نے تیری شہزادی کو ٹھوکا ہے۔" وہ ہنسی دباتے ہوئے اسے تسلی دیتا گاڑی سے باہر نکل آیا سامنے ڈرائیونگ سیٹ پر ایستادہ جو مجسمہ حسن بیٹھا تھا وہ وہی تھا جو شام میں اس پر اپنی ظالم نگاہوں سے قاتلانہ حملے کر رہا تھا۔

"مر گئے......" اس کے لب دھیرے سے بڑبڑائے۔ وہ لڑکی بھی اپنی فیملی کے ساتھ بیٹھی تھی غالباً نوآموز ڈرائیور تھی اور آج اپنا شوق آزما کر کسی نہ کسی کا تو نقصان کرنے کا ارادہ رکھتی تھی اب یہ جانے بدنصیبی تھی یا خوش نصیبی کہ ٹکر مارنے کے لیے انتخاب اس نے ان کی گاڑی کا کیا تھا اور اب پریشانی سے ناخن چباتی گاڑی کے اندر بیٹھی اپنے بھائی کو ان دونوں سے معاملات طے کرتا دیکھ

رہی تھی اس کا بھائی سلجھے مزاج کا تھا فوراً معذرت کے ساتھ ساتھ نقصان کی ادائیگی کی آفر بھی کر ڈالی تھی۔ ساتھ ہی اپنے رابطے کا کارڈ بھی' ان کو ماننے ہی بنی۔

جاتے جاتے اس نے گہری نظروں سے ڈرائیونگ سیٹ پر شرمندہ سی بیٹھی اس لڑکی کو ضرور دیکھا تھا اور کیا ہی خوب صورت پل تھا کہ اس پل دونوں نے ہی ایک دوسرے کو بغور دیکھا تھا۔ گاڑی کے ٹائر چرچرائے اور ایک شدید جھٹکے کو ماضی سے نکال کر حال میں لا پٹخا' آج کے کنسرٹ نے پرانی یادیں تازہ کردی تھیں۔ وہ یادیں جو زخم بن کر اس کے اندر کہیں رستی تھیں' تکلیف پہنچاتی تھیں۔

وہ گھر لوٹا تو مزاج بے حد بگڑا ہوا تھا' مسز علوی' عروبہ یہاں تک کہ پری بھی اسے بس دیکھتی رہ گئیں اور وہ ایک نگاہِ غلط ڈالے بغیر ان سب کو نظر انداز کرتا تیزی سے اپنے کمرے میں چلا گیا۔

"پتا نہیں کب بدلے گا یہ آخر وہ کون سا طریقہ ہوگا جو اسے ماضی سے واپس حال میں کھینچ لائے گا۔" مسز علوی آزردگی سے بولیں۔ کچھ دیر قبل پری ان کی گود میں لیٹی کہانیاں سن رہی تھی' اب افسردگی سے سر جھکائے اپنی ہتھیلیوں کو گھور رہی تھی۔

"بدل تو چکا ہے مما...... اب کوئی حد باقی نہ بچی اس کے بدلنے کی۔" وہ زیر لب بڑبڑاتے پری کی جانب متوجہ ہوئی اور پھر چونکی۔ پری کے چہرے پر چھائے تاثرات نے اسے ٹھٹکنے پر مجبور کردیا۔ آج پہلی بار اسے شدت سے احساس ہوا تھا کہ باپ کے سرد و منتقی رویے پری پر بُری طرح اثر انداز ہورہے تھے۔

"مما آپ اوپر جاکر احمر سے بات کرلیجیے میں پری کو سلانے جارہی ہوں۔" وہ آنکھوں سے اشارہ کرتی پری کو لے کر اس کے کمرے میں چلی گئی۔ مسز علوی ایک گہری سانس لیتیں خود کو تیار کرتی اٹھ کھڑی ہوئیں' دل ہی دل میں جملے مرتب کرتیں وہ احمر کے کمرے کی جانب بڑھ گئیں۔

"سو گئے ہو احمر؟" کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئیں' پوچھنے کا مقصد فقط یہی تھا اگر وہ سو گیا

رہا ہے تو جاگ جائے۔ وہ لباس تبدیل کر کے اپنے
بستر پر بازو آنکھوں پر جمائے دراز تھا' ان کی آواز پر
چونک کر اٹھ بیٹھا۔
"نہیں' بس سونے والا تھا' آیئے مما۔" اسے مجبوراً اٹھ
کر بیٹھنا پڑا۔ مسز علوی اس کا چہرہ بغور دیکھتیں بستر پر اس
کے سامنے آ بیٹھیں۔
"کیسا رہا کنسرٹ؟" کچھ سوچ کر انہوں نے بات کا
آغاز کیا۔
"ہونہہ' بس ٹھیک تھا۔" اس نے بمشکل جواب دیا'
تاثرات یوں سجائے کہ اگلا بندہ چاہ کر بھی اس حوالے سے
سوال نہ کرے۔
"کل سالگرہ ہے پری کی' تمہیں تو یاد بھی نہ ہوگا۔" وہ
پُرشکوہ انداز میں گویا ہوئیں۔
"اوہ ہاں...... میں بھول گیا تھا' آپ ایسا کریں کہ کل
اس کے دوستوں کو بلوا لیجیے گا' میں صبح کیک آرڈر کردوں
گا۔" وہ جان چھڑانے والے انداز میں بولا تو مسز علوی
سلگ کر اسے ملامتی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولیں۔
"نہیں بیٹا تم اس ایک احسان کو بھی رہنے دو' بس اتنا
کرنا کہ عارب سے کہہ دینا کہ صبح مجھ سے آ کر مل لے۔"
"عارب کو کیوں بلوا رہی ہیں؟" اس نے
حیرانگی سے پوچھا۔
"میاں تم اپنے غمِ ماضی میں غرق رہو' ہمیں بہت سے
معاملات دیکھنے ہیں' بہت سے دلوں کو جوڑنا ہے' بہت
سے کام کرنے ہیں۔ ابھی تم اپنے یہ کیا' کیوں' نہیں' کو
اپنے تکیے کے نیچے رکھ کر سوئے رہو اور جیسا کہا ہے ویسا ہی
کرو بس۔" وہ حقیقتاً احمر کے اس روکھے پھیکے رویے سے
اب بے زار ہونے لگی تھیں۔ سو آج بنا لحاظ کیے سب سنا
گئیں' وہ کچھ دیر تک ان کی باتوں کو سوچتا رہا اور پھر سر
جھٹک کر سو گیا۔ اس کی بلا سے ماما جان جو بھی کریں اسے
ذرا بھی دلچسپی نہیں تھی ان معاملوں میں۔
اگلی صبح احمر اور پری کے جانے کے کچھ دیر بعد ہی
عارب علوی ہاؤس پہنچا تھا۔ عروبہ اپنے کمرے میں تیار
ہو رہی تھی' جب تک عارب اور مسز علوی میں کافی اہم گفتگو
طے پائی جا چکی تھیں۔ عروبہ کے آتے ہی وہ گھر سے نکل
پڑے' وہ تینوں شہر کے معروف مال میں آئے تھے' پری کے
لیے اس کی سالگرہ کے حوالے سے خریداری کرنے۔

❀ ❀ ❀

دروازہ ایک بار پھر دھڑ دھڑایا گیا تھا' ثریا بی بی خود کو
بمشکل گھسیٹتی دروازے کی طرف بڑھیں اور دھڑکتے دل
کے ساتھ چٹخنی کھول دی۔ اگلے ہی پل عذرا ہانپتی ہوئی اندر
داخل ہوئی اور جلدی سے دروازہ بند کرتے ہوئے جہانگیر
اور ثمینہ کی جانب بڑھی۔
"خیر تو ہے ناں عذرا؟" ثریا بی بی نے گھبرا کر پوچھا'
عذرا ان کی ہونے والی بہو ہی نہیں بلکہ مرحومہ بہن کی بیٹی
بھی تھی۔
"خیر نہیں ہے خالہ اماں...... میرا چاچا بڑا دھوکہ کر رہا
ہے اور اس نے ثمینہ پر جو بھی الزام لگایا وہ سب غلط ہے۔
مجھے آج ساری حقیقت پتا چل گئی ہے۔" وہ اپنی سانسیں
بمشکل بحال کرتی تیز تیز بول رہی تھی۔
"بیٹھ جاؤ عذرا...... پوری بات بتاؤ آخر ماجرا کیا
ہے؟" جہانگیر نے کہا تو وہ چاروں وہیں بیٹھ گئے۔
"بات دراصل یہ ہے کہ چاچا نے پینا کا سودا کر ڈالا تھا
کسی سے یہ میں نہیں جانتی۔ یہ بات جب چاچی کو معلوم
ہوئی تو اس نے ہنگامہ کر ڈالا' پینا اپنے خالہ کے لڑکے کو پسند
کرتی تھی اور اس کا خالہ زاد بھی اسے پسند کرتا تھا۔ اس نے
چاچا کی بے حد منت سماجت کی کہ اس کے ساتھ یہ ظلم و
زیادتی نہ کی جائے۔ چاچی نے بھی بے حد سمجھایا' جھگڑا بھی
کیا مگر چاچا نے کبھی اپنی بیٹیوں کو اولاد سمجھا ہی نہ تھا وہ تو
انہیں بوجھ اور بدنصیبی سے تعبیر کرتا تھا سو وہ اپنے ارادے
سے ایک انچ پیچھے نہ ہٹا تھا تب چاچی نے مجبوراً چاچا کی
غیر موجودگی میں چھپ کے پینا کا نکاح اپنے بھانجے سے
پڑھوا کر گاؤں سے باہر بھیج دیا جب چاچا کو علم ہوا تو اس نے
چاچی کو بے حد پیٹا اور بستی بھر میں اعلان کر دیا کہ اس کی بیٹی
بھاگ گئی ہے' بیٹی کو بیچ کر کھانے والا' بے غیرت بیٹی کی

بدنامی کرکے بھی اسے سکون نہ ملا تو اس نے ایک تیر سے دو شکار کرنے کا سوچا۔ اپنے سر پر منڈھا بدنامی کا ٹوکرا وہ اب تمہارے گھر منڈھنا چاہتا ہے اور اسی بات کو بنیاد بنا کر وہ ثمینہ کو ہتھیانا چاہتا ہے تاکہ وہ بینا کی جگہ اب اس کا سودا کرسکے۔" عذرا ساری باتیں بتا کر اپنی سانسوں کو ہموار کرنے لگی۔

"چاچا اتنا گر سکتا ہے میں خواب میں بھی نہیں سوچ سکتا تھا' پر اب کیا ہوگا۔ ہم اگر پنچایت میں یہ ساری باتیں بتا بھی دیں تو کوئی یقین کرنے کو تیار نہ ہوگا۔ ہمارے پاس ان حقائق کا کوئی ثبوت بھی تو نہیں ہے۔" جہانگیر پریشانی میں بولا' ثریا بی بی اور ثمینہ کے چہرے پر بھی خوف کے سائے لہرا رہے تھے۔

"میں کوشش کررہی ہوں کہ چاچی خود آکر پنچایت میں ساری حقیقت بتادے۔" عذرا نے ان سب کو ایک امید دلائی۔

❀……❀……❀

گاڑی کی مرمت تو بخوبی ہوگئی تھی مگر احمر کے دل کی حالت اب تک خراب تھی' اس نے اپنے دوست سے اس لڑکی کے بھائی کا نمبر بھی لے لیا تھا۔ اتفاق سے وہ بھی اسی کاروبار سے منسلک تھا جس سے احمر بھی وابستہ تھا۔ ملاقات کا بہانہ ڈھونڈا اور بہت جلد ایک ملاقات ارینج بھی ہوگئی' دونوں ہم عمر ایک جیسے خوش مزاج اور کاروبار والے لوگ تھے سو جلد ہی دوستی پنپ گئی پہلے تو آفس ریسٹورنٹ تک ملاقاتیں ہوتی رہیں پھر بڑھتے بڑھتے دوستی گھر تک جا پہنچی اور یہاں تک آنا ہی تو احمر کا مقصد تھا اور یہاں آکر اسے اس گوہر نایاب کا اسم بھی معلوم پڑ گیا' وہ صبوحی تھی۔

اپنی خوش مزاجی کے باعث صبوحی کے گھر والوں کے دلوں میں جلد جگہ بنا چکا تھا بس ایک صبوحی تھی جو اسے دیکھ کر ناک بھوں چڑھاتی تھی۔ عورت کے لیے یہ مشکل نہیں کہ وہ اپنے لیے مرد کی نظروں میں چھپے پیغام پڑھ لے۔ وہ بھی بخوبی احمر کی نظروں سے چھلکتی پسندیدگی کو بھانپ چکی تھی۔ احمر ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ اعلیٰ طبقے سے تعلق رکھنے والا خوش شکل و خوش مزاج نوجوان تھا اسے نظر انداز کرنا ہرگز آسان نہ تھا مگر صبوحی مختلف مزاج کی مالک تھی۔ پہلی نظر کی محبت پر اسے عمر کے کسی زمانے میں بھی یقین نہیں رہا تھا اور جس طرح سے احمر اس ایک ملاقات کے بعد اس تک پہنچا تھا' اس کا شک یقین میں بدلتا جارہا تھا کہ احمر ایک نمبر کا دل پھینک انسان ہے جو آج اس کی محبت میں گرفتار ہوا ہے تو اسے تسخیر کرکے کسی اور گلاب پر بھنورے کی طرح منڈلانے لگے گا۔ وہ اس سے جس حد تک ممکن ہوتا کتراتی تھی نظر انداز کرتی تھی اور یہ بات احمر کو کافی حد تک پریشان کررہی تھی کہ صبوحی اس سے اس قدر احتراز کیوں برتتی ہے۔ وہ جتنا اس سے بات کرنے کی کوشش کرتا وہ اتنی ہی اس سے دور ہوتی جاتی۔

❀……❀……❀

پنچایت پھر مل بیٹھی تھی' ایک مرتبہ پھر جہانگیر پر دباؤ ڈالا جارہا تھا کہ وہ ثمینہ کو کرم دین کے حوالے کردے۔

"کرم دین چاچا کے پاس کیا ثبوت ہے کہ ثمینہ نے بینا کو بھگانے میں اس کی مدد کی؟" جہانگیر نے پورے اعتماد کے ساتھ سب کے سامنے کرم دین پر سوال اٹھایا۔

"ثبوت کی کیا ضرورت بھلا' وہ دونوں بچپن سے ایک دوسرے کے ساتھ رہتی آئی ہیں آپس میں راز کی باتیں کرتی رہی تھیں تو لازمی ثمینہ کو پتا ہوگا۔" کرم دین پہلے تھوڑا گڑبڑایا مگر پھر سنبھل کر بولا۔

"یہ تو تمہاری قیاس آرائی ہے ناں چاچا...... تمہاری قیاس پر میں کیسے اپنی معصوم بہن قربان کردوں۔" جہانگیر کی اگلی بات پر کرم دین کچھ پل کے لیے خاموش ہوگیا۔ پنچایت میں بیٹھے افراد کرم دین کے جواب کے منتظر اسے دیکھ رہے تھے۔

"تیری بہن نے میری بیٹی کو بھگانے میں مدد کی' زمانے بھر کی کالک میرے منہ پر مل دی اور تو اسے قیاس کہہ رہا ہے۔ پنچایت والوں جان لو...... آج میری پگڑی اچھلی ہے کل کو تمہاری بھی اچھل سکتی ہے اگر ان بالشت بھر کی بے لگام چھوریوں کو لگام نہ ڈالی تو۔" کرم دین کے

پاس نہ دلیل تھی نہ ہی جواب سو اس نے حسب توقع الزام لگا کر سب کے سامنے واویلا مچانا شروع کر دیا۔

"دیکھ جہانگیر پتر پورا گاؤں جانتا ہے کہ ثمینہ اور بینا کی بڑی گہری دوستی تھی اور دیکھ ایسا کیسے ہو سکتا ہے ایک لڑکی اتنا بڑا فیصلہ کرے اور اپنی سہیلی سے اس کا ذکر بھی نہ کرے۔" پنچایت کے سربراہ فضل دین نے کرم دین کی حمایت میں جہانگیر سے باز پرس شروع کی۔

"میں مانتا ہوں اس بات کو مگر مجھے اتنا بتاؤ چاچا فضل دین ایک ماں سے نزدیک بیٹی کے اور کون ہو سکتا ہے۔ کیا کوئی سہیلی بھی اس لڑکی کو اتنا جان سکتی ہے جتنا اس کی ماں؟" جہانگیر نے بے خوف ہو کر جواب دیا' فضل دین بھی لاجواب ہو گیا جبکہ کرم دین کے چہرے پر ایک سایہ سا لہرا گیا۔

"تم کہنا کیا چاہتے ہو جہانگیر پتر؟" اس بار درشت لہجے میں پنچایت کے ایک محترم فرد نے پوچھا۔

"میں بس اتنا کہنا چاہتا ہوں پنچایت مکمل طور پر معلوم کرے کہ اصل معاملہ کیا ہے۔ بینا کا اگر کسی لڑکے کے ساتھ معاملہ تھا تو ایسی باتوں کی بھنک سب سے پہلے ماں کو پتا چلتی ہے' لڑکی کے تو رنگ ڈھنگ بدل جاتے ہیں' چاچی سے بھی پوچھا جائے اس بارے میں۔"

"دیکھ جہانگیر تو خواہ مخواہ میری بیوی کو اس معاملے کے بیچ لا رہا ہے۔ میں کہتا ہوں باز آ جا ورنہ مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔" کرم دین اچانک مشتعل ہوا۔

"چاچا تو میری بہن کو خواہ مخواہ بدنام کرنا چھوڑ دے اصل بات بتا دے میں خاموش ہو جاؤں گا۔" جہانگیر نے دوبدو جواب دیا تو کرم دین کو اچانک معاملے کی سنگینی کا احساس ہوا۔

"اصل معاملے سے کیا مراد ہے جہانگیر تیرا۔" فضل دین نے کرخت لہجے میں پوچھا۔

"وہ فضل چاچا بہتر ہے کہ کرم دین خود بتائے۔" جہانگیر اب بھی کرم دین کا احترام کر رہا تھا۔

"کرم دین' جہانگیر کس معاملے کی بات کر رہا ہے۔" کرم دین سے باز پرس شروع ہو گئی۔ پنچایت کے باقی افراد بھی تجسس سے کرم دین کو دیکھنے لگے۔

"یہ اپنی بہن کے کالے کرتوت چھپانے کی کوشش کر رہا ہے کھیل کر رہا ہے ہم سب کے ساتھ۔" کرم دین مشتعل ہوا۔

"چاچا جھوٹ نہ بول سچ بتا دو کہ بینا کی شادی چاچی نے تیرے خوف سے کرائی' تو سودا کر رہا تھا اپنی بیٹی کا اور اب بیٹی کے ہاتھ سے نکل جانے پر چال چل رہا ہے۔" جہانگیر بھی بپھر چکا تھا' کرم دین طیش میں آ کر مارنے کو اٹھ کھڑا ہوا۔ عمر ہونے کے باوجود وہ مضبوط ڈیل ڈول کا مالک تھا مگر بھول گیا تھا کہ جہانگیر بپھرا ہوا جوان خون ہے۔ پنچایت نے بڑی مشکل سے بیچ بچاؤ کرایا کیونکہ بات ایک بار پھر کرم دین کے گھر تک جا پہنچی تھی تو چاچی سے بھی حقیقت معلوم کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

❀ ❀ ❀

پری کے لیے خاص ڈزنی پرنسز طرز کی فراک خریدی گئی تھی' جسے پہن کر وہ بے حد خوش تھی۔ عارب اور عروبہ نے مل کر آج کچھ اسپیشل پلانز بھی بنائے تھے۔ بچوں کے درمیان چھوٹے موٹے کھیلوں کے مقابلے اور پری کے تمام دوستوں کے لیے کچھ خاص تحفے' بہت زمانے کے بعد پری کی سالگرہ اتنے اہتمام سے منائی گئی تھی۔

"پاپا..... ابھی تک نہیں آئے دادو؟" وہ کب سے احمر کا انتظار کر رہی تھی' وہ معمول سے زیادہ دیر کر رہا تھا آج آنے میں۔

"عروبہ..... ذرا کال ملاؤ احمر کو۔" مسز علوی کو بھی احمر پر غصہ آ رہا تھا اب' عروبہ نے موبائل پر کال ملا کر موبائل ان کی جانب بڑھا دیا۔ عارب خاموشی سے سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ وہ جب سے آیا تھا اپنے عزیز دوست کی داستان سن کر بے حد اداس ہوا تھا پر اب اس کے انتہائی غیر ذمہ دارانہ رویے اور اپنوں سے بلاوجہ کی خود ساختہ دوری دیکھ کر اسے بھی برا محسوس ہو رہا تھا۔

"ڈیئر بس پانچ منٹ میں آ رہے ہیں آپ کے پاپا۔" ان

کی احمر سے بات ہوئی تو وہ پری کو تسلی دینے لگیں اور وہ واقعی پانچ منٹ میں آ گیا تھا۔

"اوہ آئی ایم سوری..... میں کچھ لیٹ ہوگیا' چلو پری بیٹا اب جلدی سے کیک کاٹو۔" وہ گاڑی سے اترتے ہی سیدھا لان میں ان کی جانب آیا تھا۔

"اوکے پاپا" پری نے ایک نگاہ اپنے باپ کو دیکھا جس کے انداز میں بیٹی کے لیے خاص جذبات نہ چھپے تھے اور سر جھکا کر کیک کاٹنے لگی۔ فضا مبارک باد اور تالیوں کے شور سے گونج اٹھی' پری سب کو کیک کھلا کر تحفے وصول کررہی تھی جب احمر کے پاس آئی تو کیک کا ٹکڑا پری کے ہاتھوں سے کھاتے ہوئے اس نے بے حد معذرت خواہانہ انداز میں پری سے کہا۔

"سوری بیٹا..... آج آپ کے لیے گفٹ نہیں لے سکا' کل پکا وعدہ آپ کے لیے ضرور تحفہ لے کر آؤں گا۔"

"اٹس اوکے پاپا۔" وہ سمجھ دار بچی ہونے کا ثبوت دیتی مسکرا کر بولی۔ مسز علوی' عروبہ یہاں تک کہ عارب تک نے ناپسندیدگی کی نظروں سے اسے دیکھا' وہ کچھ دیر تک ان سب کے ساتھ رہا اور پھر معذرت کرتا ہوا اپنے کمرے میں چلا آیا۔ عروبہ شکایتی نظروں سے اس بے درد انسان کو دیکھتی رہ گئی۔ وہ چاہ کر بھی اس سے لڑ نہیں سکتی تھی اس شخص نے اس سے اس طرح کے سارے حقوق واختیار ہی چھین لیے تھے۔

❀.....❀.....❀

محبتیں' رشتے' اپنے مخلص دوست' یہ کتنے انمول ہوتے ہیں ان سات سالوں میں وہ اچھی طرح جان چکا تھا وہ صرف اپنے شوق کے بناء پر اپنے گھر والوں سے اپنے ملک سے دور گیا تھا اور ایسا نہیں تھا کہ اسے وہاں جانے پر کوئی پچھتاوا تھا بلکہ دبئی جانا اس کے لیے کافی سود مند ثابت ہوا تھا۔ وہ وہاں کی ایک بہترین فرم میں اعلیٰ عہدے پر فائز تھا۔ اس کے والد منیر نیازی کا اپنا کاروبار تھا مگر وہ دوسروں کے بنائے ہوئے راستے پر چلنے کا عادی نہ تھا بلکہ اپنا راستہ خود بنا کر منزل تک پہنچنا چاہتا تھا سو باپ کا کاروبار اپنے دونوں بڑے بھائیوں کو سونپ کر وہ دبئی کا ہو کر رہ گیا تھا۔

پر یہ فیصلہ اتنا بھی آسان نہ تھا' اغیار میں اپنا بھی سہل نہیں ہوتا' یہاں کی مصروف زندگی نے جس طرح اسے کامیابی کی راہ پر گامزن کیا تھا وہیں اپنوں کی محبتوں کی کمی کا شدت سے احساس دلایا تھا۔ وہ اب تک ایسا کوئی دوست نہ بنا سکا تھا جس کے سامنے اپنے احساسات' جذبات یا دل کھول کر رکھ دیتا۔ دوست تھے مگر اپنے کام سے کام رکھتے' مشینی زندگی جیتے جیتے کبھی کبھی وہ خود کو بھی ایک روبوٹ سمجھنے لگا تھا۔ ایک ایسا روبوٹ جس کے اندر کہیں شدت سے خواہش پلتی ہو کہ کوئی اس کا ایسا اپنا ہو جو اس کی ہر کیفیت ہر احساس کو کہے بغیر سمجھ لے۔ کوئی ہو ایسا جو ہر دم اس کا ساتھ دے' محبت دے۔ اس کا خیال رکھے' اس کی فکر کرے' وہ وہاں کے آزادانہ ماحول میں بھی نہیں ڈھل سکا تھا۔ بنیادی طور پر وہ حساس انسان تھا' اس کے اندر ہوس نہیں خلوص ومحبت کی خواہش مچلتی تھی اور وہاں اس نے بہت کچھ دیکھ لیا تھا سوائے خالص محبت اور وفا کے.....

کافی عرصے بعد وہ وطن لوٹا تھا اور بچپن کے دوست سے مل کر وہ اندر تک اداس ہوگیا تھا۔ کیسی قسمت تھی وہ اپنوں سے دوری پر ناخوش تھا اور اس کا دوست اپنوں کے درمیان ہو کر بھی خوش نہیں تھا بلکہ وہ تو زندگی سے ہی ناراض ہو چلا تھا۔ عارب نیازی دل میں ٹھان چکا تھا کہ وہ احمر علوی کو زندگی کی جانب واپس ضرور لے کر آئے گا اور اس سلسلے میں وہ مسز علوی سے کافی دفعہ بات بھی کر چکا تھا۔ وہ بوڑھی ماں اس کے مقصد کو جان کر بے انتہا خوش اور پرامید تھی پر ان سب کے درمیان وہ سب کچھ محسوس کرنے لگا تھا جو شاید اس نے سوچا بھی نہ تھا۔

❀.....❀.....❀

پنچائیت میں جو کچھ بھی ہوا اس کا غصہ کرم دین نے گھر آ کر اپنی بیوی اور چھوٹی بیٹی پر نکالا تھا۔ فضلہ چاچی کو مار مار کر ادھ موا کر ڈالا تھا' جوالی کی دہلیز سے کچھ دور کھڑی کوثر باپ کے غصے کو دیکھ کر تھر تھر کانپ رہی تھی۔ بیوی کو مار مار کر

تھک چکا تو خونی درندے کی طرح کوثر کی جانب بڑھا تھا۔

"چھوڑ دے کرم دین...... اس کو چھوڑ دے۔" معصوم بیٹی کی چیخوں سے تڑپتی فضلہ بی بی خود کو گھسیٹتی بیٹی کو بچانے دوڑی۔

"اچھی طرح غور سے سن لے اگر تُو نے پنچائیت کو سچ بتایا تو میں تیری بیٹی کی جان لے لوں گا اس کو تو تُو نے مجھ سے بچا لیا۔ اس کو نہیں بچا سکے گی تجھی۔" وہ اس کے بالوں کو سختی سے اپنے شکنجے میں جکڑ کر جھٹکا دیتے ہوئے غرایا اور زمین پر دھکا دے کر تن فن کرتا گھر سے باہر نکل گیا۔

"چاچی......" اس کے گھر سے جاتے ہی عذرا اندر داخل ہوئی۔

"چلی جا عذرا...... تیرے چاچا نے دیکھ لیا تو تجھے بھی نہیں چھوڑے گا۔" فضلہ گھبرا کر روتی ہوئی بولی۔

"میں نہیں ڈرتی چاچا سے، میرا باپ میری حفاظت کے لیے زندہ ہے۔" وہ تنفر سے بولی۔

"بہت خوش نصیب ہے تو عذرا کہ تیرا باپ کرم دین جیسا گھٹیا انسان نہیں، تجھ سے محبت کرتا ہے تیرا سودا نہیں کرتا۔" فضلہ بی بی کوثر کو سینے سے لگاتے ہوئے رو پڑی۔

"تو کیوں اتنا ظلم سہتی ہے چاچی...... بتا دے زمانے بھر کو چاچا کے کرتوت۔" عذرا کو سچ میں چاچی کی حالت دیکھ کر تکلیف ہوئی تھی۔

"اس کے کرتوت بتا دوں تو پھر میں کہاں جاؤں عذرا...... جو بھی ہے جیسا بھی ہے میرا محافظ تو وہ ہی ہے۔"

"محافظ حفاظت کرتا ہے، سودا نہیں کرتا بیٹیوں کا۔" وہ بھڑک اٹھی۔

"وہ انہیں اپنی بچیاں مانتا ہی کب ہے، گالی سمجھتا ہے اپنے لیے۔" فضلہ بی بی اتنا کہہ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔ عذرا چاہ کر بھی کچھ کہہ نہ پائی اتنے برے حالات میں ہمدردی کے بول بھی اسے مذاق ہی لگتے تھے۔

اور پھر وہ ہوا جس کی کسی کو امید نہ تھی، فضلہ بی بی نے بھری پنچائیت میں کرم دین کا سارا کارنامہ کھول کر رکھ دیا تھا۔ وہ ایک ایسا ناگ تھا جو اپنی اولاد کو نگل جانے کا عادی تھا۔ پہلی بیٹی صاعقہ کا بھی اس نے سودا کر ڈالا تھا۔ وہ کہاں تھی کس حال میں تھی اس بات سے بے خبر فضلہ بی بی اس کی ایک جھلک دیکھنے کو ترستی تھی۔ دوسری بیٹی بینا اپنی دونوں بہنوں سے قدرے مختلف تھی، وہ اور اس کا خالہ زاد سلطان ایک دوسرے کو پسند کرتے تھے۔ فضلہ بی بی نے پہلی بار احتجاج کیا تھا اور اس کی غیر موجودگی میں بینا کو سلطان کے ہمراہ اپنے بھائی کے گھر روانہ کر دیا جہاں اس کا سلطان سے نکاح ہونا طے تھا۔ کرم دین کے علم میں جب یہ بات آئی تو اس نے فضلہ بی بی کے ساتھ جو کیا سو کیا اس کے علاوہ اپنی ہی بیٹی کو پورے گاؤں میں بدنام کر ڈالا پر جب بات زیادہ بڑھی تو سارا کھڑاگ جہانگیر کے سر پر ڈال دیا۔ ثمینہ اس کی نظروں کے سامنے پلی بڑھی تھی، معصوم دل موہ لینے والی ثمینہ کو دیکھ کر اس کے شیطانی ذہن نے یہ چال چلی تھی۔ بینا نہ سہی ثمینہ ہی صحیح پر سب کچھ اب الٹا ہو چکا تھا۔ حقیقت کھلنے پر کرم دین کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہا۔ پنچائیت نے اسے گاؤں چھوڑ دینے کا حکم دیا تھا جبکہ فضلہ اور اس کی بیٹی کوثر کی ذمہ داری پنچائیت کے سربراہ فضل دین نے اپنے ذمہ لے لی تھی۔

پھر دو دن بعد ہی بڑا دل دہلا دینے والا واقعہ ظہور پذیر ہوا تھا۔ فضلہ بی بی اور کوثر کا کسی نے آدھی رات بڑی بے دردی سے قتل کر ڈالا تھا۔ صبح سویرے جب فضلہ کے گھر سے لاش ملی تو گاؤں والے دہل کر رہ گئے۔ اندر ہی اندر سب جانتے تھے کہ قاتل کرم دین ہی ہے پر ثبوت کسی کے پاس نہ تھے اور پھر اہم بات یہ تھی کہ جس دن سے فیصلہ ہوا تھا اس دن سے کرم دین گاؤں میں دکھا بھی نہ تھا۔ اس بات کو دو سال گزر چکے تھے عذرا اور جہانگیر کی شادی میں بس کچھ ہی دن بچے تھے کہ اچانک عذرا کے باپ عبدالرحیم الدین کو دل کا دورہ پڑا اور وہ بھری دنیا میں عذرا کو اکیلا چھوڑ کر خالق حقیقی سے جا ملا۔ ماں پہلے ہی ساتھ چھوڑ چکی تھی اب باپ بھی نہ رہا۔ عذرا تو غم سے ہوش میں ہی نہ رہی اور تب پورے دو سال بعد گاؤں والوں نے کرم دین کو گاؤں لوٹتے دیکھا تھا اور محمد فضل دین نے اپنے گناہوں

کی معافی مانگتے دیکھا تھا۔ اپنی بیوی اور بیٹی کی قبر پر سینہ پیٹتے روتے دیکھا تھا' دو سال قبل کا واقعہ اب لوگوں کے ذہنوں پر وہ اثر بھی نہ رکھتا تھا' ویسے بھی عذرا کے باپ کے مرنے کے بعد اس کا سرپرست کرم دین ہی ٹھہرا تھا۔ پنچائیت نے اسے ایک بار پھر گاؤں میں رہنے کی اجازت دے دی تھی اور تب ہی جہانگیر کو خطرے کی گھنٹی بجتی محسوس ہوئی تھی۔

❀......❀......❀
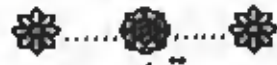
وہ بہت دنوں سے موقع کی تلاش میں تھا اور خوش نصیبی سے آج اسے صبوحی سے بات کرنے کا موقع مل ہی گیا تھا۔

"کیسے مزاج ہیں آپ کے؟" وہ لان میں بیٹھی چائے پی رہی تھی' وہ اسی وقت گیٹ سے اندر داخل ہوا تھا' اسے وہاں بیٹھا دیکھ کر سیدھا اسی کی طرف آ گیا۔

"بہت اچھے ہیں۔" اس نے ایک سپاٹ نگاہ احمر پر ڈالی اور پھر نظریں گھمالیں۔

"نہ جانے کیوں مجھے ہمیشہ برہم ہی ملے ہیں' ان عنایت کی کوئی خاص وجہ۔" وہ اس کی بے رخی نظرانداز کرتا ہوا وہیں بیٹھ گیا۔

"میں اجنبیوں پر کسی طرز کی بھی عنایت کرنے کی قائل نہیں ہوں۔" وہ اسے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے بولی۔ احمر کا دل ایک لمحے کو ڈوبنے لگا۔ وہ یہ تو جانتا تھا کہ وہ اس سے کتراتی ہے مگر اتنا سخت ناپسند کرتی ہے وہ جان نہ سکا تھا۔

"میں اب تک نہیں سمجھ پایا صبوحی کہ تم مجھ سے اتنا دور کیوں بھاگتی ہو؟" وہ اپنی شوخی بھلائے سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا۔

"مسٹر احمر...... یقین کریں آپ میرے لیے قطعی اتنے اہم نہیں کہ میں آپ سے دور بھاگوں یا کسی جذبے کا اظہار کروں۔" وہ سنگ دلی کی حد تک بے اعتنائی برتتے ہوئے کہہ گئی۔

"آپ جیسے مرد شاید لڑکیوں کو کھیل تماشہ سمجھتے ہیں جو ہاں بہت اچھا۔ کرلی ایسی جو ظاہری شخصیت پر ریجھ نہیں ان سے دوستی بڑھانے کے چکر میں گھر تک آن گھستے ہیں اور پھر ان کے جذبات سے کھیل کر اپنی راہیں الگ کر لیتے ہیں۔ یقین کرلیں مجھے آپ میں رتی بھر بھی دلچسپی نہیں۔" الفاظ تھے کہ پتھر' احمر ششدر رہ گیا۔ وہ مزاجاً بے تکلف ہوجانے والا مگر جس قماش کا لڑکا اسے صبوحی نے سمجھا تھا وہ ایسا قطعی نہیں تھا۔

"میں ایسے گئے گزرے کردار کا حامل ہوں نہ ہی اتنی گری ہوئی سوچ رکھتا ہوں۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے مس صبوحی کہ آپ میں انسان کو پہچاننے کی صلاحیت نہ ہونے کے برابر ہے۔" وہ افسوس سے سر ہلاتا اس لڑکی کو دیکھ رہا تھا جس کو پانے کا مصمم ارادہ اس کا دل کیے بیٹھا تھا۔ اس نے خوابوں میں بھی نہیں سوچا تھا کہ صبوحی اس کے بارے میں اتنی منفی رائے رکھتی ہوگی۔

"اتنا برا لگ گیا آپ کو میری رائے اپنی بارے میں جان کر آپ کا کیا خیال ہے مسٹر احمر...... آپ جس مقصد کے تحت ہمارے گھر میں زبردستی دوستی گانٹھنے گھسے ہیں مجھے کیا علم نہیں آپ کے ارادے کیا ہیں' یہ جو اٹھتے بیٹھتے اپنی نظروں کے ذریعے مجھے پیغام بھیجتے ہیں' میں کیا سمجھتی نہیں آپ کے ارادے۔ جناب اس بار آپ نے غلط لڑکی کا انتخاب کیا ہے' میں ان لڑکیوں میں سے نہیں جو آپ کی ظاہری شخصیت اور پیسوں کی گرمی دیکھ کر الجھ جائیں۔ میں مختلف مزاج کی لڑکی ہوں' جائیں کسی اور کے گھر میں جا کر دوستیاں جمائیں۔" وہ سینے پر ہاتھ باندھے بغور اسے دیکھتے اس کی ذات کی پرخچیاں اڑا رہی تھی۔

"آپ جانتی ہیں صبوحی...... آپ بے انتہا خوب صورت اور پرکشش ہیں۔" وہ بڑے آرام سے اسے بغور دیکھتا ہوا دھیمے لہجے میں بولا اتنی بے عزتی کے بعد احمر کے ان تعریفی کلمات کی توقع بہرحال کوئی نہیں کرسکتا تھا۔ صبوحی بھی سٹپٹا گئی تھی ان تعریفی جملوں کو سن کر اس سے قبل وہ مزید انگارے چباتی' وہ پھر سے گویا ہوا۔

"پر آپ کی سوچ اور آپ کا دل انتہائی بدصورت اور

جاتیں ورنہ میری طرح آپ بھی دھوکہ ہی کھائیں۔ بے انتہا خوب صورت لوگ دل کے کتنے بدصورت ہوتے ہیں اس کا اندازہ آج مجھے بخوبی ہوگیا۔" وہ اپنی بات کہہ کر وہاں رکا نہیں لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے چلا گیا پر جاتے جاتے صبوحی کو سر تا پیر سلگا گیا تھا۔

پھر اگلے کئی دنوں تک صبوحی نے احمر کو اپنے گھر نہیں دیکھا اس نے یہاں آنا چھوڑ دیا تھا۔

"کیا خبر کوئی اور مل گئی ہو کسی اور کے گھر کے چکر لگا رہا ہو۔" نہ جانے اس کا دل کیوں اس کا منتظر تھا ایک عجب ہی شرمندگی تھی۔ احمر نے کبھی اس سے بدتمیزی کی تھی نہ ہی کوئی لغو بات اس دن اس نے بناء وجہ کے اسے بہت کچھ کہہ ڈالا تھا۔ مضطرب دل کو وہ ایسے ہی بہانوں سے بہلا رہی تھی۔ کچھ دن مزید سرکے احمر پھر بھی نہ آیا اور جو خفت اس کے دل میں پیدا ہوچکی تھی وہ مزید جڑ پکڑتی چلی گئی۔ اس دن وہ اپنی دوست بیا کے ساتھ اپنی پسندیدہ بکس خرید کر باہر آرہی تھی تبھی اس کی نظر سامنے سے احمر پر پڑی وہ اکیلا نہیں تھا بلکہ ایک انتہائی حسین لڑکی کے ہمراہ تھا۔ صبوحی کو لگا جیسے کسی نے اس کے اندر آگ لگادی ہو وہ فضول میں اس شخص کے لیے شرمندہ ہورہی تھی وہ تھا ہی نہیں اس قابل اس کی پہلی رائے ہی اس کے بارے میں درست تھی۔

"تم یہاں ذرا رکنا بیا میں ابھی آئی۔" وہ اسے وہیں چھوڑ کر احمر کی جانب بڑھی۔

"واہ...... بڑی جلدی لڑکی پھنسالی آپ نے تو اس دن تو بڑے دعوے کرتے گھر سے نکلے تھے اور واہ آپ کی خود داری کے اس کے بعد ہمارے گھر قدم بھی نہ رکھا مگر نہیں نہیں خودداری کہاں اسے تو عقل مندی کہیں گے کہ دال جہاں گلتی نہ دیکھی اس راہ سے راستہ موڑ کر نئی راہ پر نکل جائے بندہ۔" وہ طنزیہ انداز میں کہتی سینے پر ہاتھ باندھے اپنے طور سے اسے شرمندہ کرنے کی بھرپور کوشش کررہی تھی آخری جملہ البتہ اس نے اس کے ساتھ کھڑی حسینہ کو دیکھ کر کہا تھا۔

"بڑے اہتمام سے یاد رکھا ہوا ہے آپ نے مجھے مس صبوحی...... خیر تو ہے ناں۔" وہ دل جلانے والی مسکراہٹ لبوں پر سجائے اسے دلچسپی سے دیکھتا ہوا بولا۔

"تمہیں یاد کرتی ہے میری جوتی ہونہہ ایڈیٹ......" وہ غصے سے آگ بگولہ ہوتی غرائی۔

"احمر پلیز...... اب چلو بھی تم بھی راستے میں ہر ایک سے فضول کی باتیں بگھارنے بیٹھ جاتے ہو۔" ساتھ کھڑی اس حسینہ نے صبوحی کی بدتمیزی پر جھنجلاتے ہوئے احمر کا بازو پکڑ کر دھکیلتے ہوئے کہا۔

"ہیلو...... سنو لڑکی اس کی باتوں میں نہ آنا ایک نمبر کا فراڈ ہے یہ۔ کل تک میرے گھر کے چکر لگا رہا تھا اور آج تمہارے ساتھ گھوم رہا ہے۔" اپنے طور سے صبوحی نے اس حسین مگر بددماغ لڑکی کا بھلا چاہا تھا احمر البتہ پُرشوق نگاہوں سے مستقل صبوحی کو گھورنے میں مگن تھا۔

"تم اسے سچائی بتا رہے ہو یا میں بتاؤں۔" اس لڑکی نے چڑ کر احمر کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم خود بتادو۔" احمر نے اجازت دے ڈالی صبوحی کو اب کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا۔

"ڈیئر مس نامعلوم...... آپ کی اطلاع کے لیے عرض کروں میں اور احمر کزن ہیں اور ایک دوسرے کے بہترین دوست بھی اور انہیں میرے گھر کے چکر نہیں لگانے پڑتے کیونکہ ہم ایک ہی گھر میں رہتے ہیں اور ہاں...... ایک بات اور بتادوں اس کی فضول کی شوخیوں سے آپ کو لگا کہ یہ کوئی دل پھینک عاشق ٹائپ کا انسان ہے مگر اطلاعاً عرض کروں کہ یہ لڑکیوں کے پیچھے نہیں لڑکیاں اس کا پیچھا کرتی اس تک پہنچتی ہیں جیسا کہ اس وقت آپ......؟" وہ جتنی حسین تھی اتنی ہی گز بھر لمبی زبان بھی رکھتی تھی دو منٹ میں چٹکھارتی صبوحی کا منہ بند کرڈالا۔

"لڑکی...... تم......" خفت کے احساس سے سرخ پڑتا چہرہ لیے وہ ابھی اتنا ہی بول پائی تھی کہ اس لڑکی نے انگلی اٹھا کر اسے خاموش ہونے پر مجبور کردیا۔

"اونہوں...... لڑکی نہیں عروبہ نام ہے میرا۔" وہ اتنا کہہ

کر احمر کا ہاتھ تھام کر آگے بڑھ گئی۔ احمر نے جاتے ہوئے اسے یوں دیکھا جیسے اس کی حالت کا مزہ لے رہا ہو۔
"تم نے بے چاری کی کچھ زیادہ ہی بے عزتی کر ڈالی۔" وہ دونوں باتیں کرتے ہوئے پارکنگ ایریا کی جانب بڑھ رہے تھے۔
"کیا تم سنجیدہ ہو؟ جتنی بے عزتی اس نے تمہاری کی ناں اس کا تو ایک فیصد حصہ بھی ادا نہیں کیا میں نے۔" عروبہ نے غصے سے احمر کو گھورتے ہوئے کہا۔
"یار جو بھی ہے وہ لڑکی اچھی لگتی ہے مجھے۔" وہ ہنستے ہوئے بولا۔
"کوئی حل نہیں تمہارا' تمہیں تو ہر وہ لڑکی اچھی لگتی ہے جو تمہاری بے عزتی کرتی ہے۔" وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے کار کا دروازہ کھول کر فرنٹ سیٹ پر بیٹھنے لگی اس کے جواب میں احمر کا ایک جاندار قہقہہ گاڑی میں گونج اٹھا۔
"اگر ایسی بات ہوتی تو تم سے زیادہ مجھے اس دنیا میں کوئی اچھا نہیں لگتا۔"
"تمہاری ایسی قسمت کہاں کہ تم میرا نصیب بنو۔" عروبہ نے اس کی بات پر اسے گھورتے ہوئے کہا۔
اس بات کو کوئی ایک ہفتہ گزرا ہوگا کہ ایک دن صبح اچانک رافع کی کال نے اسے گھبرا دیا۔ وہ بہت بڑی مصیبت میں گرفتار ہو چکا تھا اور اس وقت اسے احمر کے علاوہ ایسا کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ جو فی الوقت اس کی مدد کرے اس کی گاڑی سے ایک ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا اور حادثے کا شکار شخص اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا اور اس وقت پولیس اسٹیشن میں بیٹھا تھا جہاں بڑی مشکل سے اسے کال کرنے کی اجازت ملی تھی۔ رافع نے گھر کے بجائے وہ کال احمر کو کی تھی' نہ جانے کیوں اسے یقین تھا کہ اس کٹھن وقت میں احمر ہی اس کا ساتھ دے سکتا ہے اور اس کا یقین درست ثابت ہوا تھا۔ احمر نے واقعی اس کا ساتھ دیا اور بے انتہا دیا تھا۔ یہ معاملہ کافی سنگین تھا اور کافی طوالت بھی اختیار کر چکا تھا' پر احمر نے نہایت سمجھ داری سے کام لیتے ہوئے دوسرے فریق کو منہ مانگی رقم کے عوض رافع کو معاف کرنے پر رضا مند کر ہی لیا تھا۔ یہ وہ مشکل حالات تھے جب کوئی اپنا بھی ساتھ نہ دے پر یہاں احمر نے اپنوں سے بڑھ کر ساتھ دیا تھا کوئی ڈیڑھ دو ماہ بعد رافع کی جان اس کیس سے چھوٹی تھی اور وہ احمر کے خلوص کا دل سے قدر دان ہو چکا تھا۔
صبوحی نے ان دنوں ایک نئے احمر کو جانا تھا اس تمام عرصے میں احمر نے اس سے ایک بار بھی بات کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اس کا رویہ یوں تھا جیسے اسے وہ پہچانتا ہی نہ ہو حالانکہ اس نے کئی بار رافع کے حوالے سے بات کرنے کی کوشش کی تھی مگر اس کے سرد و محتاط رویے نے اسے روک دیا اور آج بہت ہمت کر کے وہ اپنے پچھلے رویے پر معذرت اور اس مشکل وقت میں اس کے خاندان کا ساتھ دینے پر شکریہ کرنے آئی تھی۔
"آپ کے شکریہ کی قطعی ضرورت نہیں' میں نے جو کچھ کیا اپنے دوست کے لیے کیا۔ یہ سراسر میرا اور میرے دوست کا معاملہ ہے۔" وہ بے جھجک اسے چند لفظوں میں ہی بہت کچھ سنا گیا اور وہ اس کے لفظوں پر غور کرنے لگی۔
"میرا اور میرے دوست......" اور وہ پاگل خوش فہمی کی انتہا پر پہنچی سوچتی تھی کہ یہ سب وہ اس کی وجہ سے کر رہا تھا جبکہ وہ تو کہیں تھی ہی نہیں دل کو ایک دھچکہ سا لگا۔
"میں جانتی ہوں' میرے پچھلے رویے نے آپ کے دل کو بے حد تکلیف پہنچائی ہے۔ میں سخت شرمندہ ہوں کہ آپ کو پہچاننے میں غلطی کی۔ میں سچ میں معذرت چاہتی ہوں آپ سے۔" وہ ندامت سے سر جھکائے اس سے شرمندہ شرمندہ سی بول رہی تھی۔
"کوئی بات نہیں' آپ کی معذرت قبول کر لی ہے میں نے۔" وہ بنا اسے دیکھے سرسری سے لہجے میں کہتا ہوا اپنا موبائل چیک کرنے لگا۔
"یعنی کہ آپ وہ ساری باتیں بھول کر اب دوستی کے لیے راضی ہیں؟" وہ اس کے معذرت قبول کرنے پر خوش ہوتے ہوئے بولی۔
"صبوحی معذرت قبول کرنے کا مطلب ہرگز یہ نہیں

ہوتا دل دکھانے کا دوبارہ موقع دیا جائے۔ آپ پلیز رافع کو بھیج دیں اس سے مل کر مجھے کچھ ضروری کام بھی بنانے ہیں۔" وہ بے حد آرام سے دوٹوک لہجے میں کہتا اسے بہت کچھ جتا گیا۔ وہ بے یقینی سے اسے کچھ لمحوں تک دیکھے گئی وہ نٹ کھٹ شوخ و شرارتی سا احمر اس حد تک بدل جائے گا اس نے سوچا نہ تھا۔ وہ اس احمر سے قطعی مختلف تھا جو کچھ عرصہ قبل اس کے سامنے چہکا کرتا تھا۔ وہ اثبات میں سر ہلاتی اٹھ کر وہاں سے چلی گئی۔ اسے افسردگی سے جاتا دیکھ کر احمر کے لبوں پر بڑی جاندار مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

"اتنی آسانی سے فقط معافی ہی ملے گی احمر علوی کی محبت نہیں۔ بڑے جتن کیے ہیں تمہارے دل تک رسائی حاصل کرنے کے لیے اب کچھ پاپڑ تم بھی بیلو مس صبوحی......" وہ زیر لب بڑبڑایا اور اس کی آنکھوں میں شرارت مچل رہی تھی۔

صبوحی اس دن کے بعد سے اس سے بات کرنے پر گریز کرنے لگی تھی پر اس کی آنکھوں میں چھائی افسردگی ندامت اور شکوے اس کے دل کا حال بخوبی احمر تک پہنچا چکے تھے اور پھر ایک دن اچانک وہ ہوا جو صبوحی کے وہم وگمان میں دور دور تک نہ تھا۔ احمر کے گھر والے احمر کے لیے اس کا رشتہ لے کر آئے تھے۔ گھر والوں کے دلوں میں تو ویسے ہی اس کا مقام تھا مگر وہ جز بز ہو رہی تھی۔

"احمر بہت اچھا انسان ہے صبوحی...... بہت محبت کرنے والا احساس کرنے والا رشتوں کو نبھانے والا۔ تم بہت خوش قسمت ہو جو قسمت تمہیں اس کے ساتھ کا موقع دے رہی ہے اب پلیز اسے اپنی بے وقوفی سے گنوانہ دینا۔" وہی زبان دراز عروبہ آج اس کے سامنے ایک مخلص دوست کا روپ دھارے سمجھا رہی تھی۔ صبوحی نے بغور اس لڑکی کا چہرہ دیکھا وہاں صرف اپنائیت اور خلوص ہی خلوص تھا خود وہ بھی احمر کو اچھی طرح جان چکی تھی۔ وہ حیران تھی کہ وہ جو سمجھ رہی تھی کہ احمر کو کھو چکی ہے آج قدرت نے کتنی آسانی سے اس کی جھولی میں دے ڈالا تھا۔ انسان واقعی نہیں جانتا کہ اس کی زندگی میں آنے والا کیا موڑ اس

کے لیے خوشیاں لے کر آئے گا یا آزمائش اور اس ذات کریم نے جو خوشی اس کے مقدر میں لکھی تھی اس پر ناشکری کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا انکار کی گنجائش کہاں تھی۔ دل میں نگاہوں میں اور یہاں تک کہ زبان پر بھی اقرار کی ہی اجارہ داری تھی اور اس کے ایک اقرار نے اسے کچھ ہی دنوں میں نہایت دھوم دھام سے صبوحی احمر علوی کی پہچان کے ساتھ علوی ہاؤس پہنچا دیا تھا۔

"میں تم سے ناراض نہیں تھا...... ناراض ہو ہی نہیں سکتا تھا تمہاری ان انتہائی بے وقوفانہ اور طفلانہ قسم کی باتوں پر بھی نہیں۔" شادی کی اولین رات وہ اس کے سوال پر ہنستے ہوئے بولا تھا۔

"پھر وہ کیا تھا جو اتنی سرد مہری دکھائی اتنے سخت الفاظ سے مجھے شرمندہ کیا۔" وہ ہکابکا سی اسے دیکھے گئی۔

"بدلہ...... بدلہ...... بدلہ......" اس نے ایک ہی لفظ کو تین مختلف انداز میں کہا۔ پہلی بار اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دوسری بار اس کے قریب ہو کر تیسری بار اس کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے۔ چوتھے کی نوبت نہیں آئی تھی صبوحی نے ایک زوردار دھکا دے کر اسے بستر سے لڑھکنے پر مجبور کر دیا تھا۔

"ایکسکیوزمی...... میں شوہر ہوں تمہارا ذرا عزت کرو میری۔" وہ خفگی سے اسے دیکھتے ہوئے بولا ابھی تک شوہر نامدار نے اٹھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

"مجھے اتنا ستایا پہلے اس کا جرمانہ بھگتو پھر کرتی رہوں گی تمہاری عزت افزائی...... اوہ میرا مطلب ہے کہ آپ کی عزت۔" وہ دانت کچکچاتے ہوئے تکیے سے حملہ کرتی ہوئی ظالم مہارانی کی طرح چنگھاڑی تھی۔ شوہر نامدار نے پسپائی اختیار کرنے میں عافیت جانی مہارانی کے خطرناک تیور سے مقابلہ کرنا فی الحال اس کے بس میں نہ تھا۔

زندگی حسین سے حسین تر ہو چکی تھی وہ دونوں ایک دوسرے کو پا کر دنیا بھلانے کا عملی مظاہرہ کر چکے تھے۔ مسٹر اور مسز علوی اور عروبہ ان کی باتوں سے بھی محظوظ ہوتے تو کبھی صبوحی خفگی کا اظہار کرتے عروبہ ہوا کو بھی کھلا کہتی۔

"تم دونوں نے مجھے بالکل ہی اکیلا کردیا ہے' اس سے تو بہتر تھا کہ تم لوگوں کی شادی ہی نہ ہوتی۔" اور وہ دونوں اس کے جلے بھنے انداز پر قہقہہ لگا کر ہنستے۔

زندگی کچھ قدم اور آگے بڑھی' احمر اور صبوحی کے آنگن میں ایک خوب صورت پری نے جنم لیا۔ وہ اس قدر حسین تھی کہ اس پر سے نگاہ ہی نہیں ہٹتی تھی۔ حیرت انگیز طور پر وہ صبوحی کے بجائے عروبہ سے مشابہت رکھتی تھی اور اس مشابہت پر ہی عروبہ نے اس ننھی پری کا نام حقیقت میں پری رکھ دیا۔ وہ صبوحی کے ساتھ ساتھ پری کا بھی بے حد خیال رکھتی تھی' صبوحی پری سے اتنی محبت دیکھ مسکرا ہی دیتی۔ پری ہر گزرتے دن کے ساتھ بڑی ہو رہی تھی' عروہ کی محبت نے پری کو بھی اس کا گرویدہ بنا ڈالا تھا' سارا دن وہ پری کے ساتھ ہی رہتی۔

"کبھی کبھی مجھے لگتا ہے عروبہ مجھ سے زیادہ پری سے محبت کرتی ہے احمر۔" اس دن وہ دونوں ٹیرس میں بیٹھے چائے پی رہے تھے جب صبوحی نے یہ بات کہی۔ احمر نے تعجب سے صبوحی کو دیکھا اس کے چہرے پر سادگی پھیلی تھی اور وہ مسکراتے ہوئے نیچے لان میں پری کو گود میں بٹھائے جھولا جھولتی عروبہ کو دیکھ رہی تھی۔

"ہاں مجھے بھی اکثر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پری ہم سے زیادہ عروبہ کے قریب ہے۔" وہ بھی بالآخر اعتراف کر بیٹھا۔

وقت نے کروٹ بدلی تھی' خوشیوں سے چہکتا علوی ہاؤس اچانک غم میں ڈوب گیا۔ علوی صاحب اچانک دل کا دورہ پڑنے کے سبب انتقال کر گئے تھے۔ صدمہ بے حد تکلیف دہ تھا' جہاں مسز علوی شوہر کے یوں چلے جانے پر ایک عرصے تک غمزدہ رہیں' وہیں پُر شفقت باپ کا سایہ چھن جانے پر احمر اس المناک حادثے کے زیر اثر نڈھال رہا۔ پھر رفتہ رفتہ وہ سب ہی خود کو سنبھالتے ہوئے زندگی کی طرف لوٹنے لگے۔ آج بہت زمانے بعد احمر اور صبوحی گھر سے باہر نکلے تھے' صبوحی کی سال گرہ تھی ان کا آج باہر ڈنر کا ارادہ تھا۔ ڈیڑھ سالہ پری کو عروبہ نے اپنے پاس ہی روک لیا تھا

وہ چاہتی تھی کہ آج کا دن احمر اور صبوحی مکمل طور پر ایک دوسرے کے ساتھ گزاریں۔

❀......❀......❀

عذرا کے باپ کے چہلم کے بعد جہانگیر اپنی ماں کے ذریعے کرم دین پر عذرا اور اس کی شادی کے لیے دباؤ ڈالنے لگا۔ ثمینہ کی شادی کے فرائض سے وہ پہلے سبکدوش ہوچکا تھا اور پھر کرم دین کا اصل چہرہ دیکھ لینے کے بعد وہ عذرا کے حوالے سے بے حد فکر مند بھی تھا۔ یہ مناسب تھا کہ جلد سے جلد ان دونوں کی شادی ہوجائے پر کرم دین نے ان دونوں کی شادی کو لے کر آنا کانی شروع کردی تھی۔ ثریا بی اور جہانگیر کرم دین کے شادی ٹالنے کے بہانوں پر تھک گئے تھے۔ انہیں کرم دین کے ارادے نیک نظر نہ آئے تو برادری کے بزرگوں تک معاملہ پہنچا۔ فضل دین نے جہانگیر اور عذرا کی شادی کے بابت کرم دین سے دریافت کیا تو وہ انہیں بڑے آرام سے یہ کہہ کر مطمئن کر گیا۔

"میں کب شادی سے انکار کررہا ہوں' میں تو ثریا بہن سے صرف چند دن ٹھہرنے کے لیے کہہ رہا ہوں۔ بھائی کو گزرے چند ماہ ہی ہوئے' عذرا بیٹی کو بھی سنبھلنے کے لیے کچھ وقت درکار ہے وہ سنبھل جائے تو کردیں گے دونوں کی شادی۔" فضل دین کو کرم دین کی باتوں میں وزن نظر آیا سو واپس آکر جہانگیر کو کچھ وقت ٹھہر جانے کا اشارہ دیا۔ بات کیونکہ گھر سے نکل کر پنچایت کے سربراہ تک جا پہنچی تھی اس وجہ سے جہانگیر بھی کچھ حد تک مطمئن ہوگیا مگر پھر اچانک وہ ہوا جس کا جہانگیر کو وہم و گمان بھی نہ تھا۔

ثریا بی کا ملک الموت کی جانب سے بلاوا آگیا اور وہ داغ مفارقت دے کر اس دوڑتی بھاگتی زندگی کو خیرباد کہہ گئیں۔ غم ناقابل برداشت تھا' ایک ماں ہی تو رہ گئی تھی اس کے پاس وہ ہی تو اس کا سہارا تھیں اب یہ سہارا بھی اس سے چھن گیا۔ غم شدید تھا' بہت دن تک تو جہانگیر کو اپنا بھی ہوش نہ رہا' وہ تب بھی بیگانہ ہی رہتا اگر اس دن عذرا اس

"کچھ دن سے ہمارے گھر بڑے عجیب قسم کے لوگ آرہے تھے چاچا انہیں کمرے میں لے کر بند ہو جاتا ہے نہ جانے کیا معاملات طے کرتا۔ ان سب کی نظریں بھی بڑی گندی تھیں بڑے خراب انداز میں دیکھتے تھے مجھے۔ مجھے تو وحشت کے مارے دم نکلتا محسوس ہوتا تھا۔ کل رات پھر آئے تھے وہ لوگ اور اس بار میں نے بند دروازے سے کان لگا کر ساری گفتگو سن لی تھی جہانگیر چاچا میرا رشتہ کہیں اور طے کر رہا ہے۔ کچھ کر جہانگیر...... میں تیرے علاوہ کسی اور سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔" وہ روتی ہوئی اس کے ہوش اڑا گئی۔ جہانگیر سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کرم دین اس حد تک بھی جا سکتا ہے اس کے حالات سے فائدہ اٹھا کر وہ یوں چوری چھپے عذرا کی شادی کرنے کی سازش تیار کیے بیٹھا تھا۔ وہ شدید غصے کے عالم میں فضل دین کے پاس پہنچا اور ساری بات گوش گزار کر ڈالی۔ فضل دین نے تمام باتوں پر غور کرتے ہوئے فوراً کرم دین کو بلوایا اور اس سے باز پرس شروع کر دی۔

"او نہیں جی میں ایسا کیسے کر سکتا ہوں۔ ٹھیک ہے مجھ سے ماضی میں بڑی غلطیاں ہوئیں مگر اب میں ایسی حرکتوں سے باز آیا۔ یہ جہانگیر پتر کو کچھ غلط فہمی ہوئی ہوگی۔" کرم دین گڑگڑاتا ہوا جھوٹی وضاحتیں دینے لگا جہانگیر اس کی بات سن کر غصے سے پہلو بدل گیا۔

"اگر ایسی بات ہے کرم دین تو تم عذرا اور جہانگیر کی شادی کی تیاری کرو۔ شادی بیاہ میں بلاوجہ کی تاخیر بدگمانی اور بڑے مسائل جنم دیتی ہے۔ عذرا بیٹی بھی اپنے گھر کی ہو جائے اور جہانگیر کا بھی گھر بس جائے یہ ہم سب کے لیے خوشی کی بات ہوگی۔" فضل دین ایک تجربہ کار زمانہ شناس انسان تھا۔ کرم دین کو بھی ایک عرصے سے جانتا تھا سو فیصلہ جہانگیر کے حق میں دے کر بات ختم کر ڈالی پر کرم دین کی مثال وہی تھی جو کتے کی ٹیڑھی دُم کی ہوتی ہے۔ فضل دین کے سامنے تو وہ حامی بھر آیا تھا مگر دل میں جو بغض و عناد جہانگیر کے لیے پال رکھا تھا وہ الاؤ کے مانند اس کے اندر بھڑک رہا تھا۔ جہانگیر نے اس کی ساری منصوبہ بندی مٹی میں ملادی تھی۔ وہ جہانگیر کو کبھی بھی عذرا کی صورت خوشی نہیں دینا چاہتا تھا پہلے بھی اس کے ارادے اسی شخص کی وجہ سے خاک میں ملے تھے اور آج پھر وہ اس کے منصوبے کے بیچ آرہا تھا۔

مگر اس بار اس نے ہوش مندی سے کام لیا تھا۔ گھر جا کر ہوا بھی نہ لگنے دی عذرا کو کسی بات کی اور بڑی ہی رازداری سے اپنا کام کرتا گیا۔ کوئی ایک ہفتہ گزرا ہوگا جب عذرا دوبارہ روتی ہوئی جہانگیر سے ملنے آئی اس بار وہ کھیت کی طرف جاتی ہوئی پگڈنڈی سے ذرا پرے ملے تھے۔

"تجھ کو کوئی فکر نہیں ناں میری تو بیٹھ آرام سے اپنے گھر۔ کل بیاہ رہا ہے میرا چاچا مجھے۔" اس کے لہجے میں شکایت تھی آنکھیں رو رو کر سوج چکی تھیں جہانگیر تڑپ ہی اٹھا۔

"ایسا کیوں کہہ رہی ہے عذرا...... تیرا چاچا ایسا نہیں کر سکتا میں نے فضل چاچا کو سب کچھ بتادیا ہے انہوں نے خود ہماری شادی کی تیاری کا کہا ہے۔" وہ بے یقینی سے کہہ رہا تھا عذرا کی بات نے اسے بھی پریشانی میں مبتلا کر ڈالا تھا۔

"تو کیا جانتا نہیں میرے چاچا کو چھپ کر میری شادی کر ڈالے گا تو کیا کرے گا پھر تو اور فضل چاچا۔" وہ غصے سے پھنکاری تھی۔ "جانتا بھی ہے تو چاچا کا ماضی کیسا تھا پچھلی بار بھی پنچایت نے جو فیصلہ کیا کتنا اس کی حفاظت کر سکی دیکھ لینا اس بار بھی کچھ یونہی ہوگا جب نہیں رہوں گی تو یاد آئے گی تجھے عذرا۔" وہ اشک بہاتی اسے ملامت کرتی جانے کو مڑی ہی تھی کہ دور سے آتے کرم دین کو دیکھ کر اس کے قدموں تلے زمین نکل گئی۔

❀......❀......❀

"یہ شام پھر نہیں آنی اس شام کو اس ساتھ کو......
آؤ...... امر کر لیں...... امر کر لیں......"

ائیر کنڈیشن کی خنکی گاڑی میں پھیلی ہوئی تھی اور ایف ایم پہ جنید جمشید کا ہمیشہ یاد رہ جانے والا نغمہ گاڑی میں ایک رومانوی فضا قائم کر رہا تھا۔ احمر کے لب بھی اس خوب

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

صورت گیت کے بول گنگناتے ہوئے اپنے دل کا حال بیان کر رہے تھے۔ صبوحی مسکراتی ہوئی اپنے ہمسفر کو وقفے وقفے سے دیکھ رہی تھی۔ آج اس کی سالگرہ تھی اور اس کی خواہش تھی کہ یہ اس کی زندگی کی سب سے خوب صورت شام ہو۔
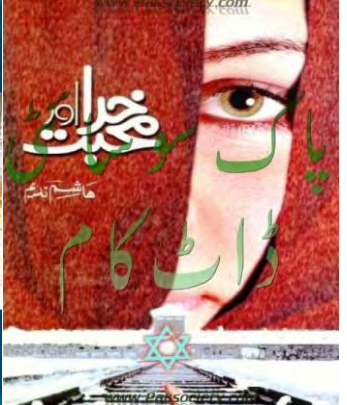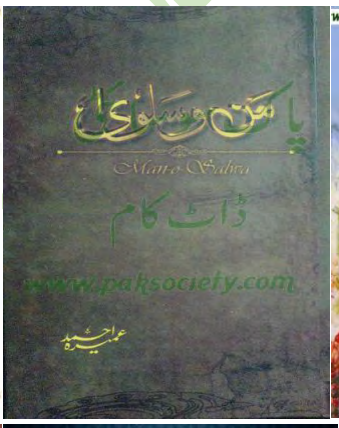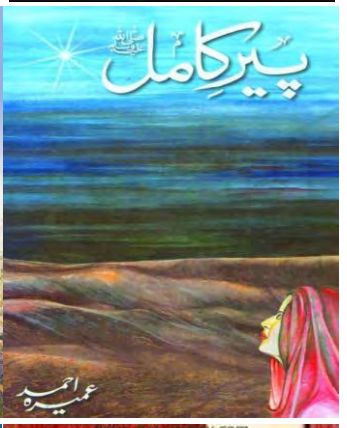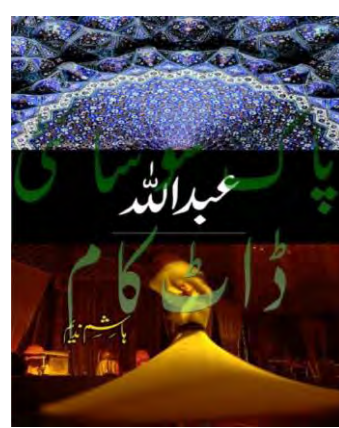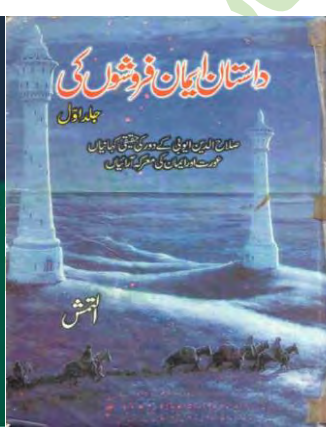
"احمر...... آج میری ہر بات مانو گے ناں۔" وہ اپنے لہجے میں مٹھاس سمو کر بولی۔

"ہونہہ...... کہیں مادام کیا خواہش کرنی ہے۔" اسے ایک لمحہ لگا تھا یہ سمجھنے میں کہ صبوحی کا فرمائشی پروگرام کا آغاز ہوا ہی جاتا ہے۔

"میری خواہش ہے کہ آج اپنی سالگرہ کے موقع پر ہم ڈنر کے بعد لانگ ڈرائیو پر جائیں اور......" اتنا کہہ کر وہ معصومیت سے احمر کی جانب دیکھ کر خاموش ہوگئی۔

"اور کیا...... اب کہہ بھی دوناں آج کے دن تمہاری ہر خواہش پوری ہوگی سویٹ ہارٹ۔" وہ اس کی جانب محبت پاش نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا۔

"اور یہ کہ...... آج ڈرائیونگ میں کروں گی۔" وہ شرارت سے کہتی نچلا لب دانتوں تلے دابے اسے دیکھنے لگی۔

"یار کچھ بھی فرمائش کرلو مگر ڈرائیونگ کی بات نہ کرو۔" گاڑی میں چھائی رومانیت پل بھر کو معدوم ہوئی' وہ خفگی سے بولا تھا۔

"احمر پلیز ناں' بس آج کے دن۔" صبوحی نے ملتجیانہ انداز اپنایا۔

"صبوحی تم بالکل اچھی ڈرائیونگ نہیں کرتیں' کہیں نہ کہیں ضرور گاڑی ٹھوکتی ہو اور آج کا دن میں تمہاری ڈرائیونگ کی نذر کرکے اسپائل نہیں کرنا چاہتا۔" وہ سنجیدگی سے صاف انکار کرگیا تھا۔

"اوکے۔" وہ منہ پھلا کر سامنے دیکھتے ہوئے بولی پھر سارا رستہ خاموشی میں کٹا۔ یہاں تک کہ ڈنر بھی بگڑے ہوئے موڈ کے ساتھ کیا گیا۔ ڈنر سے واپسی پر احمر نے دل پر پتھر رکھ کر فقط صبوحی کا بگڑا ہوا موڈ بحال کرنے کے لیے ڈرائیونگ کی اجازت دے دی تھی۔

ان کی شام تو اس فضول سی ضد پر خراب تو ہوچکی تھی پر اس کا اختتام وہ ایک خوشگوار انداز میں کرنا چاہتا تھا' بے پناہ محبت کرتا تھا اس سے۔

"تھینک یو سو مچ احمر......! تم واقعی بہت اچھے ہو آئی لو یو۔" وہ بچوں جیسی خوشی اور محبت کا اظہار کررہی تھی۔

"پر تم بہت بری ہو اینڈ آئی ہیٹ یو۔" وہ نروٹھے پن سے بولا۔

"تمہارے اس ظالمانہ جواب کے باوجود آئی لو یو سو مچ احمر......" صبوحی نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے انتہائی محبت سے احمر کو دیکھتے ہوئے کہا۔ احمر نے فقط اسے خفگی سے دیکھنے پر اکتفا کیا' اس کی بات مان چکا تھا' اب نخرے دکھانے کا بھرپور موقع تھا اس کے ہاتھ۔

گاڑی اسٹارٹ ہوچکی تھی اور اپنے سفر پر گامزن تھی' ان دونوں کی چھوٹی موٹی جھڑپیں بھی ساتھ ساتھ جاری تھیں۔ احمر بار بار صبوحی کو گاڑی احتیاط سے چلانے کا کہہ رہا تھا اور وہ اسے ستانے کے لیے گاڑی کی رفتار بڑھائے جارہی تھی' ان کی گاڑی فاسٹ ٹریک پر تھی۔

"صبوحی اب آنے والا سگنل مت توڑنا' گاڑی روکنا۔" احمر نے اسے تنبیہی انداز میں کہا' وہ اب تک راستے میں آنے والے ہر سگنل کو توڑتی آئی تھی' اس کی نظر میں رات کے اس وقت سگنل پر رک کر سگنل کھلنے کا انتظار کرنا نری حماقت ہے۔ وہ ابھی بھی اس کی بات پر نچلا لب شرارت سے دابے مسکراتے ہوئے سر ہلا گئی' صاف ظاہر تھا کہ اس کے ارادے خطرناک تھے۔

اس نے اس سگنل کو بھی اسی تیز رفتاری کے ساتھ عبور کرتے ہوئے ایک فاتحانہ مسکراہٹ احمر کی جانب اچھالی تھی جو اسے غصے سے گھور رہا تھا۔ اس سے قبل کہ وہ کچھ کہتا دائیں جانب سے آتے ایک تیز رفتار ٹرک نے زوردار طریقے سے ان کی گاڑی کو ہٹ کیا' ٹرک اور گاڑی کے ہولناک تصادم سے فضا گونج اٹھی۔ گاڑی قلابازیاں کھاتی فٹ پاتھ سے جا ٹکرائی تھی۔ رات کے

اس پہر وہاں سے گزرتی چند ایک گاڑیاں اس سنگین حادثے کو دیکھ کر رک گئی تھیں۔ گاڑی کی حالت ناقابل بیان تھی' انسانیت کا درد رکھنے والے کچھ لوگ اس پچکی ہوئی گاڑی کی طرف بڑھے تھے۔

❁......❁......❁

کرم دین کو اس جانب آتا دیکھ کر جہانگیر عذرا کو لے کر درختوں کی آڑ میں ہو گیا۔ کرم دین اکیلا نہ تھا اس کے ہمراہ کچھ لوگ تھے۔ جہانگیر نے غور سے انہیں دیکھ کر پہچاننے کی کوشش کی مگر ان میں سے کوئی بھی ان کے گاؤں کا نہ تھا وہ لحہ بہ لحہ قریب آ رہے تھے اور ان کی سرگوشیاں بھی اب صاف سنائی دے رہی تھیں۔

"چاچا گھر پر نہیں تھا جب تم یہاں آئی تھیں؟" جہانگیر نے آہستگی سے عذرا سے پوچھا' وہ نفی میں سر ہلا گئی۔

"دیکھ کرم دین...... تجھے ہم نے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ تیری بھتیجی سے شادی صرف وارث کے لیے کی جا رہی ہے۔ وارث ہوتے ہی اس سے تعلق ختم البتہ وہ وارث ہمارے پاس رہے گا اور کان کھول کر سن لے اگر وہ وارث پیدا نہ کر سکی تو اسے حویلی سے باہر کرنے میں ہم ایک لحہ بھی نہ لگائیں گے۔" ان میں سے ایک مرد نے بڑے ہی سخت لہجے میں کرم دین کو باور کرایا۔

"حضور شادی کے بعد آپ جو بھی کریں' میں کچھ کہنے والا کون ہوتا ہوں۔ گھر سے نکالیں یا جان سے مار دیں میری کیا مجال جو ایک لفظ بھی کہوں۔" کرم دین کا لہجہ خوشامدانہ تھا' عذرا یہ سب کچھ جان کر لرز اٹھی۔

"تمہارا کچھ بھروسہ نہیں کرم دین...... پیسے کے لالچ میں تم کچھ بھی کر سکتے ہو۔ یاد رکھو اگر اپنے وعدے سے پھرے تو تمہیں دنیا سے رخصت کرنے میں ہمیں ذرا بھی دیر نہیں لگے گی۔" یہ دوسرا مرد تھا جو خطرناک انداز میں کرم دین کو دھمکا رہا تھا' جواب میں کرم دین کھسیا کر رہ گیا۔

"ابھی ہم فضل دین کے گھر جا رہے ہیں ناں وہ بندہ مان جائے گا ناں تیری بات۔" پہلے والے بندے نے سوال اٹھایا' وہ تینوں اب ان کے سامنے سے گزر رہے تھے اندھیرے اور گھنے درختوں کے باعث وہ تینوں انہیں دیکھ نہ سکے۔

"بس جی رقم پکڑانے کی دیر ہے پھر تو جی جان سے ہمارے ساتھ ہوگا فضل دین۔" کرم دین کا انداز خوشامدانہ تھا۔ وہ تینوں اب آگے نکل چکے تھے ان کے قدموں کا رخ فضل دین کے گھر کی جانب تھا۔ عذرا کو لگا اس کے پیروں سے زمین کھسک گئی ہو جہانگیر اگر اسے سہارا نہ دیتا تو وہ کب کی گر چکی ہوتی۔

"سن لیا ناں تُو نے اب اپنے کانوں سے میری بات پر تو یقین نہ کرتا تھا تُو۔" وہ تپتی نگاہوں سے جہانگیر کو دیکھتی ہوئی بولی۔

"تُو فکر نہ کر جب تک میں زندہ ہوں تیرا کوئی برا نہیں کر سکتا تو صرف میری عذرا ہے اور میری ہی رہے گی۔" اسے اپنے ساتھ کا یقین دلا کر اب آگے کا لائحہ عمل سمجھانے لگا۔ وہ فیصلہ کر چکا تھا اس گاؤں کو چھوڑنے کا' اس گاؤں میں اب ان کا کوئی بھی اپنا نہ رہا تھا۔

صبح فجر سے ذرا پہلے ضروری سامان کی گٹھڑی بنائے وہ اسی جگہ موجود تھا جہاں رات کو وہ دونوں ملے تھے۔ جہانگیر پہلے ہی سے اس کا منتظر تھا' سفیدی پھوٹنے میں ابھی بھی کچھ وقت باقی تھا۔ وہ دونوں ساتھ تیز تیز چلتے اس گاؤں سے دور نکل آئے۔

"ہم کہاں جائیں گے جہانگیر...... لاہور؟" وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھنے لگی۔

"نہیں...... لاہور نہیں ہم یہاں سے بہت دور جائیں گے' ہم کراچی چلے جائیں گے۔" جہانگیر نے جواب دے کر اپنے قدم مزید تیز کر دیئے۔ ذرا فاصلے پر ان کی سواری تیار کھڑی تھی' جسے انہیں قریبی شہر تک پہنچانا تھا' اس کے بعد اپنا راستہ انہیں خود بنانا تھا۔

❁......❁......❁

اس کا پورا وجود نلکیوں میں جکڑا ہوا تھا اور جسم کے بیشتر حصے پٹیوں میں لپٹے ہوئے تھے۔ آکسیجن کے ذریعے اس کی سانسوں کو ہموار کرنے کی کوشش کی جا رہی تھی اور ساتھ

ساتھ ہی دل کی دھڑکنوں کی رفتار مشین میں مونیٹر کی جارہی تھیں۔ وہ گزشتہ پانچ دنوں سے انتہائی نگہداشت یونٹ میں نیم مردہ حالت میں زیر علاج تھا۔ اس بات سے قطعی طور بے خبر اس کی جان سے عزیز شریک حیات زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے زندگی سے دامن چھڑا کر نیند کی وادی میں جاسوئی تھی۔ مسز علوی بھیگی آنکھوں سے شیشے کے اس پار سے اس کے ساکت وجود کو دیکھتے ہوئے رب تعالیٰ سے اس کی زندگی کی بھیک مانگ رہی تھیں۔ عروبہ چھوٹی سی پری کو سنبھالے گم صم سی بیٹھی تھی۔ کچھ دیر قبل ہی ڈاکٹر اس کی حالت تشویش ناک قرار دیتے ہوئے دعاؤں کا کہہ کر گئے تھے۔

وہ دونوں اس شام کو اپنی زندگی کی حسین ترین شام بنانے نکلے تھے پھر یوں کیسے اپنی زندگی' اپنی خوشیاں اجاڑ بیٹھے وہ جتنا ان کے متعلق سوچتی دل مزید تڑپ سا جاتا۔ پری نے اچانک رونا شروع کردیا تو اسے اپنی سوچوں کے گرداب سے واپس نکلنا پڑا۔ وہ ماں سے قربت کے لیے مچل رہی تھی' پچھلے کچھ دنوں سے اسے نہ ماں کا قرب میسر ہوا تھا نہ ہی باپ کی شکل دیکھنا نصیب ہوئی تھی۔ عروبہ اسے سینے سے لگائے ہسپتال کی راہداری میں ٹہلنے لگی۔ آج اسے بہت کچھ یاد آرہا تھا' پری کی محرومیاں اسے اذیت میں مبتلا کررہی تھیں' وہ ان محرومیوں کے دکھ بہت اچھی طرح محسوس کرسکتی تھی۔

آنے والے دنوں میں احمر کی حالت قدرے سنبھلنے لگی تھی۔ رفتہ رفتہ وہ زندگی کی جانب لوٹنے لگا تھا' یہ خوشی کی بات تھی مگر مسز علوی کے دل میں ایک نیا خوف سر اٹھانے لگا تھا۔ وہ موت سے لڑ کر زندگی کی طرف لوٹا تھا اور اس کی زندگی اس پار جاچکی تھی جہاں سے واپسی ناممکن تھی۔ وہ کس طرح برداشت کرے گا' یہ اندوہناک خبر بس یہی ایک فکر انہیں اندر سے کھائے جارہی تھی۔ وہ دو ہفتے بعد گھر لوٹ رہا تھا' چہرے پر نقاہت کے ساتھ ساتھ پریشانی بھی طاری تھی۔ سب گھر والے اس کی نگاہوں کے سامنے تھے سوائے اس کے' وہ کہاں تھی؟ یہ سوال وہ بارہا کرچکا تھا مگر تسلی بخش جواب اب تک نہیں ملا تھا۔ گاڑی ایک جھٹکے سے رکی تھی وہ سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائے آنکھیں موندے بیٹھا تھا۔ گاڑی کے رکنے پر آنکھیں کھول کر اردگرد کا جائزہ لینے لگا' وہ اب اس کا گھر تو نہیں تھا یہ تو ایک الگ جہان تھا' ویران سا خاموش سا۔ وہ دہل گیا' کچھ انہونی ہونے کے احساس نے اس کے اوسان خطا کردیے۔

"چلو احمر......" عروبہ نے اس سے نظریں چراتے ہوئے گاڑی میں چھائی خاموشی کا سکوت توڑا اور وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے ساتھ چل پڑا۔ مسز علوی نے بڑی مشکل سے آنسوؤں کا سیلاب آنکھوں کے پیچھے دھکیلا۔ وہ پری کو سنبھالے گاڑی میں ہی بیٹھیں جھلملاتی آنکھوں سے ان دونوں کو شہر خاموشاں کی حدود پار کرتی دیکھتی رہیں۔

"ہم یہاں کیوں آئے ہیں عروبہ؟" اس نے دھڑکتے دل سے سوال کیا پر جواب ندارد۔

"بھلا کوئی قبرستان میں کیوں آتا ہے' کسی اپنے سے ملنے جو منوں مٹی تلے سو رہا ہے پر اس کا یہاں کون اپنا ہے' اس کے ابو' ایک خیال ذہن میں کوندا' نہیں وہ نہیں...... وہ یہاں نہیں وہ تو کہیں اور مدفون ہیں۔ اسے یاد آیا پھر کون؟ سب سے اہم سوال اب بھی سر اٹھائے کھڑا تھا اور جواب مشکل تو نہ تھا سمجھنے کے لیے تو اشارہ ہی کافی تھا مگر ایسی بات بھلا کون سمجھنا چاہے گا لوگ تو تصور کرتے ہی کانپ جاتے ہیں اور کپکپی تو اس پر بھی طاری تھی۔

"اپنی صبوحی سے نہیں ملو گے احمر......!" وہ بہت دھیرے سے اور قبرستان کے باہر سے ایک قبر کی طرف اشارہ کرتے گویا ہوئی اور احمر اس قبر کے قریب پہنچ کر کتبے پر درج نام کو دیکھ کر بے یقینی سے دیکھتا رہ گیا۔

❀......❀......❀

ان دونوں نے شہر پہنچتے ہی نکاح کرلیا تھا' ایک دن اپنے دوست علی نواز کے گھر قیام کرکے وہ اگلے ہی دن کراچی کے لیے روانہ ہوچکے تھے۔ ساحل کنارے آباد کراچی جو روشنیوں کے شہر کے نام سے جانا جاتا ہے۔ ان

دونوں کو حسب روایت اپنی بانہوں میں سمیٹ چکا تھا۔ کراچی میں زندگی کی دوڑ کو ایک ہی رفتار میں متعین رکھنا ذرہ بھر بھی آسان نہ تھا۔ اجنبی شہر اجنبی لوگ سر پر چھت بھی بمشکل ملی۔ اپنے ساتھ لائی ہوئی رقم بمشکل چند روز ہی سہارہ دے سکی۔ جہانگیر پہلے روز سے ہی ملازمت کے حصول کے لیے سرگرداں رہا مگر اب تک کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ بڑی مشکلوں سے جا کر روز کی دیہاڑی پر مزدوری ملی جس سے اتنا سہارا تو ہوا کہ ایک وقت کی روٹی با آسانی مل جاتی مگر روز کی دیہاڑی کی بھی کوئی ضمانت نہ تھی۔ ہر گزرتا دن پہلے سے زیادہ کٹھنائیوں کو دعوت دے رہا تھا اور ان ہی پریشانیوں سے گھبرا کر عذرا نے گھروں میں ملازمت کرنے کا ارادہ باندھا اور یہ اس کی خوش بختی تھی کہ پہلے روز ہی اسے سارا منیر کے گھر ملازمت مل گئی۔

سارا منیر فطرتاً بہت ہی نیک، رحم دل اور انسانیت کا درد رکھنے والی خاتون تھیں عذرا کو دیانت داری سے کام کرتا دیکھ کر بے حد متاثر ہوئیں۔ ذرا کریدا تو وہ بھی اپنی رام کتھا سنانے لگی اور باتوں باتوں میں جہانگیر کی بے روزگاری کا بھی ذکر کر بیٹھی۔ سارا اس کی تمام باتیں سن کر گہری سوچ میں ڈوب گئی۔

اگلے دن کا سورج عذرا اور جہانگیر کی خوش بختی کا مژدہ سناتے ہوئے طلوع ہوا تھا۔ سارا نے جہانگیر کو اپنے گھر کے لیے بطور کل وقتی ڈرائیور ملازم رکھ لیا تھا اور صرف یہی نہیں بلکہ عذرا کو بھی کل وقتی ملازمہ کے طور پر رکھ لیا تھا ان دونوں کو گھر کے سرونٹ کوارٹر میں رہنے کی اجازت بھی دے دی گئی تھی۔ بیٹھے بٹھائے ساری ہی مشکلیں آسان ہو گئیں۔ وہ دونوں میاں بیوی بہترین اخلاق کے مالک تھے۔ عذرا اور جہانگیر پورے دل سے ان کی اس اعلیٰ ظرفی کے معترف ہو چکے تھے۔ سارا کا ایک دو سالہ اکلوتا بیٹا تھا بے حد پیارا اور معصوم سا۔ عذرا سارا کی مدد اور بچے کی دیکھ بھال کی فرائض انجام دیتی ان دنوں وہ بھی امید سے تھی اور سارا اس کی حالت کے پیش نظر اس کی صحت کا بے حد خیال بھی رکھتی تھی۔ جہانگیر اور عذرا کی زندگی صحیح معنوں میں سہل ہو چکی تھی عذرا کی ڈلیوری کے دن نزدیک آ چکے تھے۔ سارا اس کا اب پہلے سے بڑھ کر خیال رکھ رہی تھیں اور پھر بالآخر وہ دن بھی آ ہی گیا جب عذرا کے ہاں شہزادیوں جیسے حسن کی مالک بیٹی نے جنم لیا۔

"ماشاءاللہ بہت ہی خوب صورت بیٹی ہے تمہاری اس کا نام بھی بہت پیارا سا رکھنا۔" سارا نے ننھی شہزادی کو بانہوں میں بھر کر پیار کرتے ہوئے کہا ننھی شہزادی نے کسمسا کر آنکھیں میچ لیں۔

"سارا باجی آپ ہی بتائیں کوئی اچھا سا نام ہمیں تو سمجھ نہیں آتا۔" جہانگیر نے مسکرا کر کہا تو عذرا نے بھی اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔

"اچھا اگر مجھے اجازت دیتے ہو تم دونوں تو پھر میں اس شہزادی کا نام رکھوں گی عروبہ۔" سارا منیر علوی نے مسکراتے ہوئے کہا تو عذرا اور جہانگیر بھی مسکرا دیے۔ انہیں بھی یہ نام بے حد پسند آیا تھا ڈھائی سالہ احمر پیاری سی عروبہ کو پیار کرنے کے لیے مچل رہا تھا سارا علوی نے اپنی بانہیں نیچے جھکا کر عروبہ کو احمر کے آگے کر دیا۔

"کتنی پیاری ہے عروبہ..... یہ میری شہزادی ہے۔" وہ اس کے گلابی رخسار کو چھو کر ہاتھوں پر پیار کرتے ہوئے معصومیت سے کہہ رہا تھا اس کے اس انداز پر وہ سب ہی ہنس پڑے تھے۔

❁.....❁.....❁

آج کل اسے اپنا دل دغا دیتا محسوس ہو رہا تھا اس کی دھڑکنیں اسے سامنے دیکھ کر اچانک ہی بے ترتیب سی ہونے لگی تھیں۔ نہ جانے کیوں؟ حالانکہ نہ ہی کبھی اس نے ایسی کوئی بات ہوئی کہ دل خوش گمانیوں میں گھرے مگر پھر بھی نہ جانے کیوں دل اس کے ہاتھ سے نکلنے کو تیار تھا۔ اپنی دلی کیفیت سے جہاں وہ بھی پریشان ہوتا تو کبھی کبھی محظوظ بھی ہو رہا ہوتا۔ یہ معاملہ ہی ایسا تھا کہ نہ چین تھا نہ قرار تھا ہمہ وقت بس خیالوں سے آباد تھا۔ وہ آج علوی ہاؤس جانے کی تیاری کر رہا تھا ارادہ تھا کہ وہ وہاں سے احمر کو لے کر کسی طرف نکل جائے گا مگر وہاں پہنچ کر

معلوم ہوا کہ آج احمر آفس سے اب تک لوٹا ہی نہیں۔

"آپ لوگوں نے کال کر کے معلوم نہیں کیا کہ اب تک کیوں نہیں آیا وہ کہیں کسی مصیبت میں نہ پھنس گیا ہو۔" وہ پریشانی کے عالم میں گھبرا کر بولا مگر سامنے بیٹھیں دونوں خواتین نے اسے خاموش نظروں سے دیکھا اور پھر مسز علوی دھیرے سے گویا ہوئیں۔

"وہ کال ریسیو نہیں کر رہا عارب....." اور عارب اس کے موبائل پر بے چینی سے نمبر ملاتے ہاتھ تھم گئے۔

"اور آپ دونوں پھر بھی اتنے سکون سے یہاں بیٹھی ہوئی ہیں۔" وہ جھنجھلاتا ہوا حیرانگی سے بولا۔

"پریشان نہ ہو عارب آپ وہ خیریت سے ہوگا آج صبوحی کی برسی ہے وہ آج کا سارا دن اسی کے ساتھ بیتاتا ہے۔" عروبہ نے ٹھہرے لفظوں میں اسے بتایا اور اس کے پاس مزید کچھ کہنے کے لیے نہ بچا تھا وہ بھی خاموشی سے ان دونوں نفوس کے ہمراہ لاؤنج میں بیٹھ گیا۔

❀......❀......❀

"تم ایسا کیسے کر سکتی ہو میرے ساتھ صبوحی..... مجھے یوں اکیلا چھوڑ کر کیسے جا سکتی ہو۔" وہ چند دن پہلے تعمیر ہوئی تازہ قبر کے کنارے بیٹھا آہ وزاری کر رہا تھا۔

"ایسے کیسے چھوڑ کر جا سکتی ہو تم، ابھی تو مجھے تم سے بہت لڑنا تھا۔" وہ قبر پر جھک کر اب رو رہا تھا۔

"ابھی تو مجھے تمہیں یہ بھی بتانا تھا کہ تم بہت اچھی ہو اور میں تم سے بے حد محبت کرتا ہوں۔ تم ایسے کیسے جا سکتی ہو۔" قبرستان کی خاموش فضا اداسی اور سوگواری کے کہر میں لپٹی ہوئی تھی وہاں بہت سے اتنے انسان مٹی تلے سو رہے تھے۔ ان میں سے کوئی بھی نہ جاگا ان کی گہری نیند میں خلل ڈالتی یہ آہ وزاری کسی کو بھی بری نہیں لگ رہی تھی۔ یہ وہی انسان تھے جو زمین کے اوپر بستے تھے ہنگامہ برپا رکھتے تھے اور اب جب زمین کے نیچے جا بسے تو ہر ہنگامہ سے لاتعلق ہو گئے وہ بھی لاتعلق سی بنی مٹی تلے گہری نیند سوئی رہی اور وہ رو رو کر نڈھال ہو گیا۔

"کیسی خاموشی اختیار کر رکھی ہے بولو ناں قفل توڑو خاموشی کا۔" وہ قبر پر ہاتھ رکھتا اب غصے سے دھاڑا تھا۔

"احمر پلیز خود کو سنبھالو یوں نہ کرو صبوحی کو تکلیف ہوگی۔" وہ بے بسی کی تصویر بنی اسے دیکھتے ہوئے وہیں سے بولی پر اب صبر نہ کر سکی تو اسے سنبھالنے کو آگے بڑھی پر کچھ سوچ کر ایک دم قدم روک لیے۔

"تکلیف..... میری صبوحی کو تکلیف..... ہاں تم ٹھیک کہہ رہی ہو وہ کیسے بولے گی اس پر تو منوں مٹی ڈال دی سب نے۔ وہ سانس بھی کیسے لے گی، وہ تکلیف میں ہوگی۔ میں ہٹاتا ہوں مٹی..... ساری مٹی ہٹاتا ہوں۔" وہ جنونی انداز میں قبر سے مٹی ہٹانے لگا عروبہ پریشانی سے اسے روکنے کے لیے تیزی سے آگے بڑھی۔ وہ بے قابو ہوا جاتا تھا تقریباً چھ فٹ مضبوط جسامت کے مالک مرد کو سنبھالنا اس کے بس سے باہر ہوا جا رہا تھا۔

اسے ایک عرصہ لگا صبوحی کی موت کو قبول کرنے میں پر وہ پہلے جیسا احمر نہ رہا۔ وہ ان سب سے بے زار ہو چکا تھا یہاں تک کہ پری سے بھی۔ وہ ایک مشینی انداز کی زندگی گزار رہا تھا جیسے اس کے نہ کوئی جذبات ہوں نہ احساسات بس گزارا ہی تو کرنا ہے۔ مسز علوی کی ہزار کوششوں کے باوجود وہ زندگی کی طرف واپس نہ لوٹ سکا یہاں تک کہ پری کی محرومیاں اس کی حساسیت بھی اس کی توجہ اپنی جانب مبذول نہ کرا سکی۔

وہ کافی لیٹ گھر پہنچا تھا عارب اس کا انتظار کر کے جا چکا تھا۔ گھر لوٹتے ہی وہ سیدھا اپنے کمرے میں چلا آیا تھا اس وقت وہ کسی سے بھی سامنا کرنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ اپنی کھوئی ہوئی جان حیات کو ایک بار پھر رو کر آیا تھا۔ مسز علوی نے بڑی ہمت کر کے اس کے کمرے میں قدم رکھا وہ سامنے ہی روالنگ چیئر پشت سے سر ٹکائے آنکھیں موندے بیٹھا تھا ایک عجیب سی وحشت برس رہی تھی اس کے حلیے سے مسز علوی دہل کر اس کی جانب بے قراری سے بڑھیں۔

"تم تو اتنی دیر خاموش بھی نہیں رہ سکتی تھیں اور یہاں "احمر..... بیٹا" ان کی پکار پر اس نے آنکھیں کھول کر

دیکھا شدید گریہ وزاری سے سرخ ہوتی آنکھیں بکھرے بال ملگجے کپڑے مٹی مٹی ہوتے جوتے اس کے شب غم کی داستان سنا رہے تھے۔ مسز علوی کی آنکھیں شدت جذبات سے چھلک پڑیں۔

"آخر کب تک یوں خود کو اس کے غم میں برباد کرتے رہو گے احمر؟" وہ بے تابی سی اس کے سابقہ رویے بھلائے اس کی جانب بڑھیں۔ "تم کچھ بھی کرلو وہ اس جہان میں جاچکی ہے جہاں سے کوئی لوٹ کر نہیں آتا مرنے والوں کے ساتھ مرا نہیں جاتا میرے بچے......"

"مرنے والوں کے ساتھ جیا بھی نہیں جاتا ماما۔" وہ سرد نگاہوں سے انہیں دیکھتا ہوا سپاٹ لہجے میں بولا۔ اس کے اس انداز پر وہ تڑپ کر رہ گئیں۔

"تمہیں آخر صبر کیوں نہیں آتا احمر؟" اس کے ماتھے کو چوم کر ان کا لہجہ بھیگ گیا۔

"کیونکہ میں خود نہیں چاہتا کہ مجھے صبر آئے۔" وہ ایک جھٹکے سے روالنگ چیئر سے اٹھ کھڑا ہوا اور کھڑکی کے سامنے جا کھڑا ہوا مسز علوی اسے دل گرفتگی سے دیکھتی رہ گئیں۔

❋......❋......❋

اس نے کھڑکی کی سلائیڈ ہٹائیں تو ہوا کا تیز جھونکا تیزی سے کمرے میں داخل ہوا وہ ہوا کے جھونکے سے بے نیاز اس چاند کو تکنے لگی جو سیج آسمان پر تنہا کھڑا مسکرا رہا تھا۔ کتنا اکیلا تھا وہ پھر بھی مسکرا رہا تھا کیا مسکرانا واقعی اتنا آسان ہوتا ہے اس کے دل میں سوال ابھرا۔ چودھویں کا چاند تھا اس کے یوں بے خود سے تکنے پر مزید مسکرا گیا۔

"اور کیا اتنی پرکشش بھی ہوسکتا ہے۔" وہ مبہوت سی چاند کو دیکھتی رہ گئی۔

"ہاں جب تنہائی کے مارے مسکراتے ہیں تو وہ ادا نرالی ہوتی ہے۔ وہ مسکراہٹ قاتل ہوتی ہے گھائل کردیتی ہے۔" اس کے لبوں پر ایک قاتلانہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

"اور تنہا ہونے کا غم مجھ سے بہتر کون جان سکتا ہے۔" اس کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ چاند دھندلا گیا۔ اس نے خود...

پلکیں جھپک ڈالیں۔ دھندلاتا عکس چاند کا اسے اچھا نہیں لگ رہا تھا وہ ننھے موتی اس کی آنکھوں سے نکل کر ہونٹوں پر جذب ہوگئے چاند اب شفاف سا اسے نظر آرہا تھا۔

"وہ بھی تو تنہائی کا عذاب جھیل رہا ہے اور آج تو اس کا غم سوا ہوگا۔" اس کے اندر سے کوئی گرلایا ایک پھیکی مسکان لبوں پر سجی۔

"پھر بھی آسانی ہے اس کے لیے کم از کم اپنا درد بانٹ سکتا ہے۔ رو تو سکتا ہے چیخ چلا کر دل کا غبار تو ہلکا کرسکتا ہے۔ اس کا غم تو نہایت عام ہے مگر ہر دکھ ہر غم بے پردہ نہیں ہوسکتا۔ دکھوں اور غموں کا بھی پردہ ہوتا ہے بعض غم چیخ چیخ کر اپنے ہونے کا احساس دلاتے ہیں مگر انہیں سننے والا مرہم رکھنے والا کوئی نہیں ہوتا خود غم جھیلنے والا بھی بے اختیار ہو کر خاموشی سے نظر انداز کرکے ان سے پہلوتہی کی کوشش کرتا ہے اور اسی نظر اندازی پر وہ غم اور زیادہ چیخ چیخ کر روتے ہیں مگر انہیں سننے والا کوئی نہیں ہوتا۔

"وہ خوش نصیب ہے جو اپنے غموں پر رو تو سکتا ہے۔ فریاد کرسکتا ہے شکوہ کرسکتا ہے پر ہم بے بسی کے مارے کدھر جائیں اے دل......" وہ کھڑکی کے سلائیڈ برابر کرکے ایک زخمی مسکراہٹ کے ساتھ پلٹی اس کی آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کر گر رہے تھے جنہیں ہتھیلی سے رگڑتی وہ ایک نظر سوئی ہوئی پری پر ڈال کر کمرے سے باہر نکل آئی۔

❋......❋......❋

"کیا بس وہ ہی ایک سب کچھ تھی تمہارے لیے اور کوئی معنی نہیں رکھتا۔" مسز علوی دل گرفتہ سی اس سے سوال کررہی تھیں۔ وہ لب بھینچے خاموش سا کھڑکی کے اس پار نظر آتے لان کو دیکھتا رہا جہاں چودھویں رات کی چاندنی ہر سو بکھری ہوئی تھی۔

"تمہارے بابا بھی تو ہمیں چھوڑ کر چلے گئے تمہیں کیا لگتا ہے میں انہیں یاد نہیں کرتی۔ میں ان سے محبت نہیں کرتی تو کیا میں بھی ان کی یاد میں ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنا کے بیٹھ جاؤں تم سب کو چھوڑ دوں بتاؤ احمر...... میں بھی تمہارے ... تم بھی چلو بابا ... آج ان کا احمر چیخ کیا تھا وہ

دل برداشتہ سی ہو کر پھٹ پڑیں، وہ خاموش رہا، چہرہ ہنوز سپاٹ رہا۔

"اور میں کیا سمجھوں احمر؟ محبت صرف تمہیں صبوحی سے تھی، ہم میں سے کسی سے نہیں۔ ہم جو تمہاری فکر میں ہلکان رہتے ہیں، ہماری کوئی قدر نہیں؟" وہ اس پتھر لیے انسان کو آج توڑ دینا چاہتی تھیں، وہ اس احمر کو پھر سے جگا دینا چاہتی تھیں جو جانے کتنی گہرائی میں جا سویا تھا۔ وہ احمر کے کمرے کے دروازے کے باہر آ کر رکی، کمرے کے اندر گونجتی آوازوں نے اس کے قدموں کو وہیں ٹھہرنے پر مجبور کر دیا تھا۔

"تمہیں اپنی ماں سے محبت نہیں، اپنی بیٹی کا بھی احساس نہیں۔ وہ تو تمہارے اور صبوحی کے دل کا ٹکڑا تھی، اس سے کیسے منہ پھیر لیا تم نے۔" ان کے سوالات تلخ ہوتے جا رہے تھے۔

"ماما پلیز...... اب بس کر دیں۔" وہ ضبط کے آخری مراحل میں تھا، بڑی مشکلوں سے بول پایا۔

"میں بس کر دوں، بس اب تم کو احمر...... اتنا روا رکھوں سے پیار اندھی محبت کی پٹی اپنے اندر کر دو، دیکھو ان لوگوں کو دیکھو جو تمہارے منتظر ہیں۔ مجھے دیکھو مجھے تمہاری ضرورت ہے میں اس عمر میں تمہیں یوں گھلتے دیکھ کر اندر ہی اندر ختم ہو رہی ہوں بیٹا۔" وہ اب رو رہی تھیں، احمر کو مجبوراً ان کی طرف پلٹنا پڑا۔

"ماما میں آپ سے بیگانہ نہیں ہوں مگر اب کیا کروں، میں پہلے جیسا نہیں ہو سکتا۔" وہ بے بسی سے ان کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھتا ہوا بولا۔

"کیوں نہیں ہو سکتے، تمہیں ہونا پڑے گا۔ میرے لیے، اپنی بیٹی کے لیے اور عروبہ کے لیے۔" وہ اپنے موقف سے ایک انچ بھی پیچھے ہٹنے کو تیار نہ تھیں، دروازے کے باہر کھڑی عروبہ اپنے نام پر چونکی۔

"عروبہ کے لیے کیوں؟" اس نے بدک کر تلخی سے پوچھا۔

"کیونکہ ایک وہی ہے جو تمہارا ساتھ دے سکتی ہے، ہمیں سمجھ سکتی ہے تمہارا اور پری کا خیال رکھ سکتی ہے۔ میں چاہتی ہوں تمہاری عروبہ سے شادی ہو جائے اب۔" وہ صاف لہجے میں بے خوف سی کہہ رہی تھیں، عروبہ کے بدن میں سنسنی سی دوڑ گئی۔ وہ اب بے چینی سے احمر کے جذبات اس کا رد عمل جاننا چاہتی تھی۔

"آپ ایسا سوچ بھی کیسے سکتی ہیں ماما...... عروبہ آخر ہماری لگتی ہی کیا ہے؟ کیا رشتہ ہے اس کا ہمارے ساتھ؟ فقط گھر کے ایک پرانے ڈرائیور کی بیٹی اور آپ مجھے کہہ رہی ہیں کہ اس سے شادی کر لوں۔ اپنی برسوں کی محبت اس لڑکی کے لیے بھلا دوں جس کی کوئی حیثیت ہی نہیں۔" وہ بری طرح بپھر گیا تھا اور باہر کھڑی عروبہ کو یوں لگا جیسے کسی نے زہر بجھا خنجر سے اس پر وار کر ڈالا ہو۔

"احمر یہ کیا کہہ رہے ہو تم؟" مسز علوی کا لہجہ سخت حیران کن اور انداز میں ناگواری جھلک رہی تھی۔

"جو حقیقت ہے وہی کہہ رہا ہوں، خود بتائیں ہمارا کیا رشتہ ہے اس لڑکی سے فقط ہمدردی کا ناں۔ کون ہے وہ ہماری، کیا لگتی ہے، کچھ بھی نہیں۔ ایک ڈرائیور کی بیٹی جس پر ترس کھا کر ہم نے اسے گھر میں رہنے کی جگہ دی۔ معاشرے میں اعلیٰ مقام دیا۔ کیا اتنا سب کچھ کافی نہیں جو اب میں اسے اپنی زندگی میں بھی شامل کر لوں اس سے شادی کر لوں۔" وہ جنونی انداز میں بول رہا تھا جیسے ایک زمانے سے بھرے زہر کو آج نکلنے کا موقع ملا ہو۔ عروبہ کا دل چاہا کہ زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے مگر اس طرح اس کی تذلیل نہ ہو کہ اگلا سانس لینا بھی اسے شرمندگی سے دوچار کر جائے۔

"آپ کوئی لڑکا دیکھ کر اس کی شادی کیوں نہیں کر دیتیں، آخر کب تک ہم اس کی ذمہ داری اٹھاتے پھریں گے آخر کب تک وہ......"

"چٹاخ......" اس سے قبل وہ بات مکمل کرتا کمرے میں زوردار تھپڑ کی صدا بلند ہوئی اور گہری خاموشی طاری ہو گئی، وہ اپنے بکھرے وجود کو سنبھالتی اپنے کمرے کی سمت بوجھل قدموں سے بڑھ گئی۔

"تم ایک بے انتہا خود غرض اور احسان فراموش انسان ہو بلکہ نہیں تم انسان کہلانے کے بھی حق دار نہیں ہو۔ جسے تم ایک ڈرائیور کی بیٹی کہہ کر اپنے احسان گنوار ہے ہو وہ لڑکی تم سے لاکھ درجے بہتر ہے۔ جو اُن احسانوں کا بدلہ ایک زمانے سے اپنے خلوص و محبت کے ساتھ ادا کرتی آئی ہے اور تم کم ظرف انسان محبت کے اندھے کنویں میں گرے دوسروں کی محبتوں کے قرض کیا اتارو گے۔ تم تو اتنا خود کو گرا چکے ہو کہ اپنے فرائض پورے کرنے کے قابل بھی نہیں رہے اس معصوم دل کی لڑکی کو بوجھ سمجھتے ہو صحیح معنوں میں اصل بوجھ تو تم ہم پر ہو۔" انہیں بے حد دکھ ہوا تھا احمر کا یہ گھناؤنا روپ دیکھ کر وہ اسے آئینہ میں اس کا اصل چہرہ دکھائے بغیر نہ رہ سکیں۔ ان کی اولاد نے آج انہیں اپنی ہی نظروں میں گرا دیا تھا بہت بوجھل قدموں کے ساتھ وہ اس کے کمرے سے نکلی تھیں۔

وہ مٹھی بھینچے ماں کی حقارت کا اب تک بڑے ضبط سے سامنا کرتا رہا تھا ان کے جاتے ہی اس نے کارنر ٹیبل پر رکھا گلدان اٹھا کر زور سے دیوار پر مارا تھا۔

"تو یہ ہے تمہاری حقیقت عروبہ جہانگیر...... ایک ڈرائیور کی بیٹی جس سے ہمدردی کر کے معاشرے میں اعلیٰ مقام دلایا گیا اور وہ اعلیٰ مقام ملنے کے بعد اس کے قدموں تلے زمین چھین لی۔ اس سے اس کا وقار چھین کر اس کی اوقات یاد دلا دی اور یہ سب کرنے والا بھی کون تھا وہ جس کی محبت میں وہ ایک زمانے سے مبتلا تھی۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ اس کا دل کسی اور کے لیے دھڑکتا ہے اس کے باوجود بھی وہ اس سے محبت کرنے سے اس کا خیال رکھنے سے خود کو روک نہ سکی۔ کڑے سے کڑے وقت میں بھی اس کا سہارا بنی رہی۔ اس کی اولاد کو اپنی اولاد جان کر پالتی رہی اور آج اس شخص نے بڑی بے دردی کے ساتھ اس کی اوقات یاد دلا دی۔" اس کی آنکھوں سے اشک رواں تھے کئی بار تو اسے یوں محسوس ہوا جیسے سانسیں تھمنے لگی ہوں۔ کچھ دیر قبل تک یہ گھر اس کے لیے مضبوط سائبان تھا پر اب اسے یہی گھر ایک سلگتے قید خانے سے کم نہیں لگ رہا تھا آج پہلی بار اسے اپنے ماں باپ شدت سے یاد آئے تھے۔

❀......❀......❀

احمر سارا اور منیر کی اکلوتی اولاد تھا۔ پہلی زچگی میں کچھ ایسی پیچیدگیاں پیدا ہوگئی تھیں جس کے باعث سارا پھر سے ماں بننے کی صلاحیت سے محروم ہوگئی تھیں۔ جہانگیر اور عذرا کی نازک سی گڑیا میں ان کا بے حد دل لگتا تھا۔ عذرا بھی ان کی بے پناہ انسیت کی بناء پر عروبہ کو ان کے حوالے کر کے گھر کے کام کاج میں مصروف رہتی۔ عروبہ زیادہ تر ان کی گود ان کی محبت میں پل رہی تھی۔ عروبہ کوئی نو ماہ کی ہوئی ہوگی جب کچھ دن سے ہونے والی طبیعت خرابی کے باعث سارا اسے جہانگیر کے ہمراہ ڈاکٹر کے پاس لے کر گئی تھیں۔ احمر ان کے ساتھ ہی تھا عذرا البتہ گھر پر رکی تھی اسے لنچ کی تیاری کرنی تھی کیونکہ ٹھیک دو بجے جہانگیر کو علوی صاحب کے لیے کھانا لے کر آفس بھی جانا تھا۔ عروبہ کو انفیکشن ہوا تھا ڈاکٹر نے ہدایات کے ساتھ ادویات کا نسخہ لکھ ڈالا تھا سارا اور جہانگیر مطمئن سے بچوں کو لے کر گھر میں داخل ہوئے تو ان کا استقبال ایک قیامت خیز منظر نے کیا تھا۔

علوی ہاؤس میں قیامت وارد ہوئی تھی جابجا سامان پھیلا ہوا تھا اور بیچ لاؤنج میں خون میں لت پت عذرا کا وجود ساکت پڑا تھا۔ جہانگیر یہ سارا منظر دیکھ کر بدحواس سا ہوگیا۔ عذرا کا بے دردی سے قتل کیا گیا تھا جان سے پیاری بیوی کے یوں لرزہ خیز قتل نے جہانگیر کو کئی دن ہوش و خرد سے بیگانہ کر رکھا تھا۔ سارا اور علوی صاحب خود اس ہولناک حادثے کے اثر سے اب تک نہ نکل پائے تھے۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ گھر سے ایک چیز بھی چوری نہیں ہوئی تھی یوں لگتا تھا وہ درندے صرف عذرا کے قتل کی نیت سے ہی آئے تھے۔ تھانے میں رپورٹ لکھوائی جا چکی تھی مگر اب تک کسی بھی قسم کی پیش رفت سامنے نہ آئی تھی۔ معصوم جان عروبہ جس سے ماں کی گود چھین لی گئی تھی اس کی مکمل ذمہ داری سارا نے ہی اٹھالی ویسے بھی عذرا کے قتل

کے بعد جہانگیر کافی گم صم سا رہنے لگا تھا' وہ پھول جیسی معصوم بچی اب مکمل طور پر سارا کی سپردگی میں چلی گئی تھی۔

عذرا کے قتل نے جہانگیر کو بہت کچھ سوچنے پر مجبور کردیا تھا' نہ جانے اس کا دل کیوں گواہی دیتا کہ اس قتل کے پیچھے ان کے کسی ایسے اپنے کا ہاتھ تھا جو کسی زہریلے ناگ سے کم نہ تھا۔ اس کا دھیان بار بار کرم دین کی طرف جارہا تھا' پر وہ سمجھ نہیں پارہا تھا کہ حقیقت کس طرح معلوم کی جائے اس ادھیڑ بن میں دو ماہ ہی گزرے تھے کہ ایک دن جہانگیر علوی صاحب کا کھانا آفس پہنچا کر واپس آرہا تھا کہ نامعلوم افراد کی شدید فائرنگ کا شکار ہوکر موقع پر ہی دم توڑ گیا۔

ننھی عروبہ ابھی سال بھر کی بھی نہ ہو پائی تھی کہ ماں کے بعد باپ بھی راہ عدم کوچ کرگیا۔ سارا اور علوی صاحب دونوں ہی جہانگیر کی موت پر بے حد رنجور تھے ان کے دلوں میں عروبہ کے لیے خاص جگہ بن چکی تھی۔ اللہ نے اس ننھی پری کا انتظام اسی گھر میں کررکھا تھا بھی ان کے دلوں میں عروبہ کے لیے بے انتہا محبت ڈال دی۔ سارا کو تو بیٹھے بٹھائے گڑیا جیسی بیٹی مل گئی تھی اور احمر کے لیے تو وہ اس کی شہزادی تھی ہی...... علوی صاحب اور سارا نے اس کی پرورش میں کوئی کمی نہ چھوڑی۔ دیکھنے والے بہت سے لوگ اسے ان کی بیٹی ہی جانتے وہ اور احمر یوں ساتھ ساتھ رہتے جیسے یک جان دو قالب ہوں۔ عروبہ کا داخلہ بھی احمر کے ہی اسکول میں کرایا گیا تھا جو شہر کے بہترین اسکولوں میں سے ایک تھا۔ احمر اس سے دو سال سینئر تھا مگر اس کے باوجود اس کا بے حد خیال رکھتا تھا' وقت اپنی مخصوص رفتار سے گزر رہا تھا۔ عروبہ سے اس کے حقیقی ماں باپ کے بارے میں کچھ بھی چھپایا نہیں گیا تھا' وہ دونوں میاں بیوی اس کی حقیقت کو اس کے لیے شرمندگی کا باعث نہیں بنانا چاہتے تھے۔ وہ یہ بھی ہرگز نہیں چاہتے تھے کہ کل یہ حقیقت کسی اور سے پتا چلے تو عروبہ کو دکھ پہنچے کیونکہ ایسی سچائیاں زندگی بھر مخفی نہیں رہ پاتیں۔

عروبہ فطرتاً حساس طبیعت کی مالک تھی' نہ صرف حساس بلکہ انسان کے اندر تک جھانک لینے کی صلاحیت بھی اس کے اندر موجود تھی۔ لوگوں کی باتوں' رویوں کو وہ بہت اچھی طرح پہچان سکتی تھی جب سے اسے اپنے ماں باپ کی حقیقت معلوم ہوئی تھی وہ منیر اور سارا علوی کے خلوص ومحبت کی دل سے قدر کرتی تھی۔ ان دونوں نے کبھی بھی اسے اس کے ماں باپ کی کمی محسوس نہیں ہونے دی' ہمیشہ اپنی اولاد کی طرح اسے چاہا اور یہ حقیقت تھی کہ خود عروبہ کو بھی کبھی اپنے ماں باپ کی یاد نہ آئی۔ اس کی دنیا علوی ہاؤس سے شروع ہوکر علوی ہاؤس پر ہی ختم ہوتی تھی۔

''تم فرائز بنا رہے ہو وہ بھی اس وقت؟'' گھر میں سب سوچکے تھے خود وہ بھی نیند سے اٹھ کر پانی پینے کے لیے کچن میں آئی تبھی اسے فرائز بناتے دیکھ کر اچنبھے سے بولی۔

''جب اس وقت جاگ سکتا ہوں تو پیٹ پوجا کا اہتمام بھی کرسکتا ہوں۔'' وہ پلیٹ پر ٹشو پیپر سیٹ کرتے ہوئے اس کی طرف دیکھ کر مسکرایا تھا پھر بولا۔

''ہونہہ...... تمہاری تیاری کیسی چل رہی ہے؟'' وہ فریج سے کیچپ نکال کر چھوٹے سے پیالے میں انڈیلتی ہوئی پوچھنے لگی۔

''اے ون۔'' اس نے انگوٹھا دکھاتے ہوئے کہا' وہ مسکرا اٹھی۔

''یہ لو تمہارے فرائز۔'' کڑاہی سے فرائز نکال کر وہ پلیٹ میں ڈالتے ہوئے بولا۔

''میرے لیے بھی بنائے ہیں۔'' اسے خوشی ہوئی۔

''تمہیں بھول سکتا ہوں کیا؟'' وہ دونوں اپنی پلیٹیں اٹھائے کچن سے باہر آگئے' وہ اس کے معاملے میں ایسا ہی تھا۔ حد سے زیادہ کیئرنگ' بچپن میں وہ سب اسے شہزادی کہا کرتے تھے مگر بچپن کی سرحدوں کو پار کرنے کے باوجود بھی وہ اسے شہزادیوں کی طرح ٹریٹ کیا کرتا تھا اس کو کھانے میں کیا پسند' کیسے تحفے پسند' کون سے پھول پسند' کس طرح کے لباس پسند ہیں غرض کہ وہ اس کی پسند ناپسند سے مکمل طور پر آگاہ تھا' وہ دونوں ہی ایک دوسرے

کے بہترین دوست و ہمراز تھے۔

"پتا ہے یار! کبھی کبھی میں سوچتا ہوں کہ جتنی اچھی طرح تم مجھے سمجھتی ہو کوئی اور لڑکی سمجھ بھی پائے گی یا نہیں۔" اپنی چھبیسویں سال گرہ پر اس سے تحفہ وصول کرتے ہوئے اس نے جانے کس خیال کے تحت یہ بات کہی تھی۔

"تمہیں ضرورت ہی کیا ہے کہ کوئی اور لڑکی تمہیں اتنی گہرائی سے سمجھے میں ہوں ناں تمہاری بہترین دوست ہمیشہ تمہارا ساتھ دوں گی۔" وہ بے ریا انداز میں بول رہی تھی احمر نے اس کے چہرے کو بغور دیکھا وہاں معصوم سی مسکراہٹ اور خلوص پھیلا ہوا تھا وہ ہولے سے مسکرا دیا۔

"تم نہیں سمجھو گی۔" وہ نفی میں سر ہلاتا ہوا گویا ہوا اور واقعی اس دن وہ اس کی بات کو سمجھ نہیں پائی تھی پر کچھ مہینے بعد ہی اسے احمر نے بتایا تھا کہ اسے ایک لڑکی بے حد پسند آگئی ہے اور وہ اس کے گھر کا ایڈریس وغیرہ بھی معلوم کر چکا ہے وہ پُر جوش تھا اور وہ اس کی خوشی میں اس کا ساتھ دے رہی تھی مگر اس کا دل نہ جانے کیوں اداس ہوا تھا شاید اس خوف نے سر اٹھایا تھا کہ زندگی کا سب سے قیمتی دوست اس سے دور نہ ہو جائے اور ہونی کو بھلا کون ٹال سکتا ہے۔

احمر اس لڑکی کو لے کر کافی سنجیدہ تھا اور اس کے دل میں گھر کرنے کی کوشش بھی کر رہا تھا۔ وہ اس کی ہر بات سے بخوبی آگاہ تھی اپنے دل کا حال اسے سنائے بغیر وہ رہتا بھی کہاں تھا پھر ایک دن وہ بے حد ڈسٹرب تھا اس کے ذرا سا پوچھنے پر وہ پھٹ پڑا۔ صبوحی اسے انتہائی غلط قسم کا انسان سمجھ رہی تھی' اس کی شوخیوں' شرارتوں کو غلط رنگ دے رہی تھی اور اس کی باتوں نے اس کا دل بے حد دکھایا تھا۔ عروبہ کو اس لڑکی پر بے حد غصہ آیا تھا جو احمر کے اتنے خوب صورت دل کو پہچان نہ سکی' یہ اس کی ہی ہدایت تھی کہ وہ کچھ دنوں تک صبوحی کی طرف نہ جائے غلطی کا احساس ہونے دے اور احمر نے ویسا ہی کیا تھا جیسا عروبہ نے بتایا تھا۔ پھر سوئے اتفاق اس دن مال میں ان دونوں کا صبوحی سے سامنا ہو گیا اور صبوحی اسے دیکھ کر اپنے اندر کا غصہ نکالنے لگی۔ اس دن صبوحی نے غصہ ہی نہیں دکھایا تھا بلکہ یہ احساس بھی جتایا تھا کہ اتنے دن گزرنے کے بعد وہ بھی اسے بھولی نہیں تھی۔ اس دن وہ جتنا بھی بھڑکی تھی' احمر کو کچھ برا نہیں لگ رہا تھا بلکہ دل میں لڈو پھوٹ رہے تھے۔ عروبہ نے اسے تابڑ توڑ جواب دیئے تھے' اس نے پہلی بار عروبہ کو یوں اس کا ڈیفنس کرتے دیکھا تھا اور عش عش کر اٹھا تھا' اس ملاقات کے بعد بھی وہ کافی دن تک صبوحی کے گھر نہیں گیا تھا۔ وہ تو کچھ دن مزید اسے ستانے کا ارادہ رکھتا تھا مگر اس کے بھائی کے ساتھ ہونے والے حادثے کی وجہ سے اسے جانا پڑا اور آنے والے دنوں نے ثابت کر دیا کہ صبوحی کی دل میں اس کے نام کے دیے جلنے لگے ہیں مگر وہ پھر بھی اس سے اکھڑا اکھڑا رہا۔ حالانکہ دل کی رضا نہ تھی پر عروبہ نے کہا تھا صبوحی کو حاصل کرنا ہے تو پہلے اسے محبت کا احساس دلاؤ' بھکاری کی طرح جھولی اٹھائے بھیک نہ مانگو اور وہ اسی کے اشارے پر چلتا صبوحی سے لاتعلق بنا رہا۔ ان کی قسمت میں ملن لکھا تھا سو وہ مل گئے' صبوحی کے ملتے ہی وہ اس کی محبت میں اس قدر دیوانہ ہو چکا تھا کہ رفتہ رفتہ وہ ان سب کی محبت و اپنائیت بھلانے لگا۔ وہ اپنی سب سے عزیز اور قیمتی دوست عروبہ کو بھی نظر انداز کرنے لگا تھا' اس کی نظر میں اس کی زندگی صبوحی کے آنے سے مکمل ہو چکی تھی اور اس زندگی میں اسے عروبہ کی گنجائش نظر نہیں آئی تھی۔

اس کا دوست اپنی خوشیوں میں مگن تھا' اس سے دور ہو چکا تھا اور وہ شدت سے اس کی کمی محسوس کرتی تھی مگر اسے احساس تھا کہ اس کا دوست اب شادی شدہ ہو چکا ہے اور اس کی ترجیحات اب کافی حد تک بدل گئی ہیں لہٰذا وہ خود بھی اس سے دور ہونے لگی البتہ وہ اس کا اور صبوحی کا بے حد خیال رکھتی تھی' وہ اس کے سب سے عزیز دوست کی محبت تھی سواسے بھی بے انتہا عزیز تھی پر وہ اب خود کو تنہا محسوس کرنے لگی تھی۔ دوستی کے سفر پر چلتے ہوئے راستہ پہلے احمر نے بدلا' وہ نئے ہمسفر کے ہمراہ ایک نئی راہ کو چل پڑا تھا پر وہ ابھی تک اسی راستے پر کھڑی تھی۔ ظاہر ہے کمی اس کو محسوس ہونی تھی پر کچھ وقت تھوڑا اور سرکا اور علوی ہاؤس

میں پری نے جنم لیا۔

"یہ ہو بہو تمہاری کاپی ہے عروبہ......" مسز علوی نے گود میں سوئی ہوئی نرم و نازک گلابی سی بچی کو دیکھتے ہوئے ممتا کی محبت سے چُور لہجے میں کہا' ان کی بات سن کر احمر اور صبوحی بھی مسکرا اٹھے۔

"ایسی بات ہے تو پھر اس کا نام بھی عروبہ ہی تجویز کرے گی۔" علوی صاحب نے اپنی پوتی کو مسز علوی کی گود سے لیتے ہوئے کہا۔

"مگر صبوحی نے تو نام سوچا ہوا ہے۔" احمر فوراً بیوی کی محبت میں بول اٹھا' عروبہ جو منیر علوی کا فیصلہ سن کر خوش ہوئی تھی۔ احمر کی بات پر چپ سی ہوگئی' اس کا دوست اسے اب اتنا اختیار دینے پر بھی آمادہ نہ تھا۔

"نہیں احمر...... عروبہ کو نام رکھنے دیں' مجھے یقین ہے وہ بہت پیارا نام رکھے گی۔" صبوحی نے فیصلہ عروبہ کے حق میں دیا تو وہ ذرا سا مسکرادی اور پھر اس نے ننھی سی گڑیا کا نام اس کے شایانِ شان رکھا۔

"پری ہے اس کا نام۔" اس نے منتخب کرلیا اور سب کو ہی اس کا منتخب کردہ نام بے حد پسند آیا' صبوحی اور عروبہ کے درمیان تعلقات بہترین تھے۔ پری کی پیدائش کے بعد وہ نہ صرف صبوحی کا مزید خیال رکھنے لگی تھی بلکہ پری کو بھی زیادہ تر وہی سنبھالتی تھی بلاشبہ یہ اس کی محبت تھی جو خود سے زیادہ ان سب کے لیے سوچتی تھی۔

❁......❁......❁
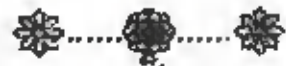
زندگی یوں ہی رواں دواں تھی کہ ایک بھیانک موڑ پر آٹھہری۔ پہلے منیر علوی اور پھر صبوحی کی موت کے بعد سب کچھ بدل کر رہ گیا تھا۔ خوشیوں نے تو جیسے علوی ہاؤس کا بائیکاٹ کرڈالا تھا۔ احمر مکمل طور پر بدل چکا تھا' وہ زندگی کی طرف واپس لوٹنا ہی نہیں چاہتا تھا۔ وہ سرتوڑ کوشش کے بعد اسے زندگی کی طرف واپس لے کر آئی تھی مگر وہ پہلے جیسا ہنستا مسکراتا احمر نہ رہا۔ وہ اب بدمزاج' بے پروا اور سرکش احمر کے روپ میں تبدیل ہوچکا تھا۔ جو ہر وقت اپنی بچھڑی ہوئی محبت کو یاد کرکے روتا رہتا تھا' وہ پری سے بھی بے نیاز ہوچکا تھا اور وہ اس کی حالت دیکھ دیکھ کر اندر ہی اندر کڑھتی رہتی تھی۔ پری ان دنوں بے حد حساس ہوگئی تھی' ماں کے ساتھ ساتھ باپ بھی سامنے ہوکر اس سے دور ہوچکا تھا وہ بدنصیب صرف حسن ہی نہیں قسمت بھی عروبہ کی چرا لائی تھی۔ ان حالات نے اسے بے حد حساس بنا ڈالا تھا وہ ضدی اور چڑچڑی ہوتی جارہی تھی ایسے میں پری کو عروبہ نے ہی سنبھالا ہوا تھا۔ وہ پہلی برسی تھی جب سارا دن قبرستان میں گزار کر وہ لٹا پٹا سا گھر لوٹا تھا اور اس دن اس کی حالت دیکھ کر اس کا دل جس طرح تڑپا تھا۔ وہ خود پریشان ہوگئی تھی' پہلی بار احساس ہوا تھا کہ وہ صرف اس کا بہترین دوست ہی نہیں اس کے دل کے نہاں خانوں میں چھپی محبت بھی ہے' جو دھیرے دھیرے اب اس پر آشکار ہورہی تھی۔

نہ جانے کیوں گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ احمر کا رویہ اس کے ساتھ سرد سے سرد تر ہوتا چلا جارہا تھا۔ وہ وجہ جاننے سے قاصر تھی' وہ اس کا خیال رکھنے پر بھی چڑنے لگا تھا حتیٰ کہ پری کو اس کے ساتھ دیکھ کر بھی اکثر غصہ کرجاتا وہ جو بات کہتی اس سے الٹ کر جاتا۔ یہ تبدیلی وہ پچھلے ڈیڑھ سال سے محسوس کررہی تھی مگر اس کی وجہ وہ آج تک سمجھ نہیں پائی تھی۔ وہ نہ جانے کب سے اس کے حوالے سے اتنی منفی سوچ رکھنے لگا وہ جان ہی نہ پائی۔ وہ اب تک اس کی دوست بن کر ساتھ دیتی رہی اور وہ اسے ڈرائیور کی بیٹی جان کر حقارت سے پیش آتا رہا۔ اس کی محبتوں کو احسان اتارنے کا ذریعہ سمجھتا رہا کس قدر گرادیا تھا اس نے اس کو اس کی نظروں میں...... اس کی سچائی جو وہ ایک عرصے سے بھولے بیٹھی تھی۔ آج پھر سے زندہ ہوکر اس کے سامنے آگئی تھی' زندگی میں پہلی بار وہ شدت سے اپنے مرے ہوئے ماں باپ کو یاد کرتی بے تحاشہ روئی تھی' آج اسے اس کی حقارت بہت کچھ یاد دلا گئی تھی۔

رات بھر روتے رہنے کے باعث اسے اپنی آنکھوں میں اب تکلیف محسوس ہورہی تھی۔ سر درد سے پھٹا جارہا تھا' اس کی کنپٹی میں ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔ اس کی آنکھیں دھند

لانے لگیں، جسم ڈھیلا پڑتا محسوس ہونے لگا اس کے سینے پر دھرا دایاں ہاتھ ایک جانب لڑھک گیا دور مسجد میں فجر کی اذان کی صدا بلند ہوئی تھی۔

❁......❁......❁

آج کی رات ان کے لیے بے حد بھاری گزر رہی تھی، آسمان پر پھیلتی سپیدی ان کی طبیعت پر گراں گزر رہی تھی۔ احمر کی باتوں نے انہیں ساری رات سونے نہ دیا تھا بہت سوچنے کے باوجود بھی یہ بات نہیں سمجھ پائی تھیں کہ احمر کے خیالات میں عروبہ کے لیے اس حد تک تبدیلی کیسے آ گئی۔ وہ تو ایک زمانہ ہوا یہ بھی بھول چکی تھیں کہ احمر ان کی اکلوتی اولاد ہے۔ عروبہ کو بھی انہوں نے خود سے الگ نہ جانا تھا اور نہ ہی عروبہ کی محبت وخلوص میں کمی آئی تھی پھر احمر کی سوچ میں یہ تبدیلی اور کہیں اس کی سوچ کی بھنک عروبہ کو پڑ گئی تو...... ان کے بدن نے ایک جھرجھری لی۔ اس سے آگے نہ وہ سوچ سکیں نہ ہی وہ سوچنا چاہتی تھیں، مضمحل سی ٹہلتی وہ صوفے پر بیٹھنے کو پلٹیں تو سامنے سیڑھیوں سے پری کو اترتے دیکھ کر چونک گئیں۔

"ارے پری...... تم اسکول نہیں گئیں آج؟" وہ نفی میں سر ہلاتی ان کی طرف بڑھی، کچھ تھا اس کے انداز میں جس نے انہیں ٹھٹکنے پر مجبور کر دیا۔

"دادو...... مما نہیں اٹھ رہیں، پتا نہیں کیا ہو گیا ہے انہیں۔" وہ روہانسی ہو کر بولی، مسز علوی گھبراتے ہوئے گول زینے کی جانب بڑھیں۔

وہ بے ہوش تھی اس کے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو رہے تھے وہ ڈرائیور کے ہمراہ فوری طور پر اسے ہسپتال لے کر دوڑیں راستے بھر وہ احمر کو کال کرتی رہیں مگر جواب ندارد۔ کئی مرتبہ کال کرنے کے باوجود بھی جب احمر کی طرف سے کال وصول نہیں کی گئی تو انہیں مجبوراً عارب کو کال ملانی پڑی۔ اس عمر میں ایک جوان بے ہوش لڑکی اور سات سالہ بچی کو سنبھالنا ان کے لیے بہرحال مشکل تھا۔ ہسپتال پہنچ کر عروبہ کو ایمرجنسی روم میں لے جایا گیا عارب ان کے پہنچنے کے کچھ دیر بعد ہی ہسپتال پہنچ گیا تھا۔ ڈاکٹر نے ابتدائی معائنے اور رپورٹس کے بعد شدید ذہنی دباؤ کا اثر بتایا تھا جس کے باعث اس کا بلڈ پریشر خطرناک حد تک بڑھ چکا تھا۔ اسے اگلے دو دن ہاسپٹلائز رکھا گیا تھا۔ کچھ دیر قبل ہی مسز علوی کے پاس احمر کی کال آئی تھی، مسز علوی نے مختصر لفظوں میں سارا ماجرا کہہ سنایا بات سن کر اس نے بنا کچھ کہے خاموشی سے کال منقطع کر دی تھی۔ مسز علوی کا دل اس کے اس سرد رویے پر بے حد دکھا تھا۔

عروبہ کچھ لمحوں کے لیے ہوش میں آئی مگر ادویات کے زیر اثر پھر سے سو گئی تھی، اس وقت وہ روم میں اکیلی تھی۔ اس کے چہرے پر نقاہت کے آثار نمایاں تھے ہونٹوں پر پپڑی کی تہہ جمی ہوئی تھی وہ بے حد حسین تھی مگر اس وقت بے حد نڈھال دکھائی دے رہی تھی۔ دروازہ بے حد آہستگی سے کھولا گیا تھا اور وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا اس کے بستر کے بالکل سامنے آ کھڑا ہوا۔ کچھ پل یونہی اسے یک ٹک دیکھتا رہا اور پھر آہستگی سے کونے میں رکھا اسٹول گھسیٹ کر اس کے بستر کے قریب ہو کر بیٹھ گیا۔ کمرے میں اس پل ان دونوں کے علاوہ کوئی نہ تھا۔ البتہ مسز علوی واش روم میں موجود تھیں۔ وہ اس کے سامنے تھی مگر اس کی موجودگی سے انجان تھی۔ اس نے دھیرے سے اس کا ہاتھ تھام لیا آنسو اس کی آنکھوں سے چھلک کر اس کی ہتھیلی کے پشت پر گرے اور اس کی خشک ہوتی جلد میں مدغم ہو گئے۔ اس نے اس کے ہاتھوں کو مزید مضبوطی سے تھام لیا یوں کہ اس کی ہتھیلی کا لمس عروبہ کی خشک ہوتی ہتھیلی کو تر کرنے لگا مگر وہ پھر بھی نہیں جاگی۔ وہ زندگی کی تلخیوں سے گھبرا کر اور لوگوں کے بھیانک رویوں سے خائف ہو کر گہری نیند جا سوئی تھی یوں جیسے اب اٹھنے یا جاگنے کی خواہش نہ ہو۔

"میں تمہیں اس حال میں نہیں دیکھ سکتا۔" وہ رو رہا تھا، اس کے لہجے میں نمی گھلی ہوئی تھی۔ پرائیوٹ روم کے باتھ روم میں وضو کرتی مسز علوی کمرے سے آتی اس آواز پر بری طرح چونکیں۔

"میں تمہیں کسی بھی تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا، بے انتہا محبت کرتا ہوں تم سے بے تحاشہ۔" وہ پوری شدت کے

ساتھ اس سے اظہار محبت کر رہا تھا مگر وہ بے سدھ سوتی رہی البتہ مسز علوی ششدر سی رہ گئیں، وہ اس آواز کو بخوبی پہچان چکی تھیں۔

"میں نہیں جانتا کب سے، کیسے...... بالکل بھی نہیں جانتا۔ جانتا ہوں تو صرف اتنا کہ بے حد محبت کرتا ہوں تم سے۔" وہ اب اس کے ہاتھ پر اپنا سر لگائے روتے ہوئے اپنے دل کی حالت بیان کر رہا تھا۔ مسز علوی کا رواں رواں قوت سماعت بن بیٹھا، وہ باتھ روم کے دروازے سے کان لگائے اس کی محبت کی داستان کا ایک ایک حرف سن رہی تھیں۔

❋......❋......❋

"کہاں رہ گئے تھے تم عارب؟" مسز آفندی نے اسے آتا دیکھا تو بے تابی سے پوچھا، وہ کب سے راہداری میں ٹہلتی اس کا انتظار کر رہی تھیں۔

"مما وہ...... احمر کے گھر گیا تھا، وہاں ایک مسئلہ درپیش آ گیا تھا دراصل......" وہ مختصراً انہیں ساری بات بتانے لگا۔

"اوہ اللہ کرم کرے اس بچی پر، چلو تم فریش ہو کر آؤ میں کھانا لگواتی ہوں۔" انہوں نے عارب کو بغور دیکھتے ہوئے کہا، اس کے چہرے سے تھکن ہویدا تھی۔ وہ اثبات میں سر ہلاتا اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔

"احمر آیا پھر ہسپتال؟" وہ دونوں ماں بیٹے ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھے کھانا کھا رہے تھے جب مسز آفندی نے یونہی پوچھا۔

"نہیں، وہ ہسپتال نہیں آیا گھر چلا گیا تھا۔ میں پری کو اس کے پاس چھوڑ کر آنٹی کا کچھ ضروری سامان ان تک ہسپتال پہنچا کر گھر آیا ہوں۔" وہ سادہ سے لہجے میں کہتا چاولوں کے ساتھ انصاف کر رہا تھا۔

"کیا...... احمر ہسپتال ہی نہیں گیا، حد ہوتی ہے غیر ذمہ داری کی بھی۔ گھر کی بیٹی بیماری سے لڑ رہی ہے اور اسے کوئی فرق ہی نہیں پڑ رہا۔ الٹا تم جا کر ان کی تیمارداری میں لگے ہوئے ہو، عجیب زمانہ آ گیا ہے۔"

مسز آفندی کو احمر کا یہ بے پروا انداز ذرا نہ بھایا، وہ اپنی ناپسندیدگی جتائے بغیر نہ رہ سکیں۔

"ماما جانے دیں یہ اس کا اپنا عمل ہے، اس کی مما نے مجبوری میں مجھے کال کر کے بلایا تھا۔ انسانیت کے ناطے میرا فرض تھا کہ ان کی مدد کروں ویسے بھی عروبہ بے حد اچھی لڑکی ہے، اس کے لیے تو میں انکار ویسے بھی نہیں کر سکتا۔" ماں کو سمجھاتے وہ آخری جملہ بلاارادہ بول گیا۔

"خیریت تو ہے ناں بیٹا! کہیں دل کا معاملہ تو نہیں کر بیٹھے۔" مسز آفندی نے چونکتے ہوئے اسے جانچتی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ارے نہیں مما...... ایسی کوئی بات نہیں۔" وہ اپنی جھینپ مٹانے کو بولا مگر اس کی مسکراہٹ اس کے لفظوں کا ساتھ نہیں دے رہی تھی، مسز آفندی کو سمجھنے میں زیادہ دیر نہ لگی۔

"چلو پھر ایسا کرنا صبح مجھے بھی لے چلنا عروبہ سے ملوانے۔" وہ مسکراتے ہوئے بولیں تو وہ بے یقینی سے انہیں دیکھتا رہ گیا، اس پر چھائی کچھ دیر قبل کی کثافت و تھکن اب بشاشت میں تبدیل ہو چکی تھی۔

"ماں ہوں میں تمہاری، میں تمہیں نہیں جانوں گی تو بھلا اور کون جانے گا۔" وہ اس کے سر پر ایک چپت لگاتے ہوئے بولیں تو وہ دل کھول کر ہنس پڑا، اس کی مسکراہٹ کے ساتھ اس کی ہنسی بھی دل کے تار چھیڑ دینے والی تھی۔ مسز آفندی اسے خوش دیکھ کر مطمئن سی ہو گئیں۔

❋......❋......❋

انسان سے پیچیدہ مخلوق، مشکل پہیلی کوئی نہیں، وہ حقیقتاً ہے کیا یہ اپنے آپ کو بھی پتا چلنے نہیں دیتا۔ اپنے رازوں کو، دکھوں، زخموں کو دل کے تہہ خانوں میں دبائے رکھنے کا تمنائی۔ اس نے دھیرے دھیرے آنکھیں کھولیں تو سامنے ہی اسے مسز علوی کا مہربان چہرہ نظر آیا، وہ میٹھی مسکراہٹ سجائے ممتا بھری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولیں۔

"اٹھ گئی میری بیٹی۔" وہ اس کا ہاتھ چوم رہی تھیں۔

"میری بچی......" یہ لفظ اسے نشتر کی طرح چبھا مگر وہ تکلیف چھپائے ان کی طرف مسکراتے ہوئے دیکھتے ہوئے اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کرنے لگی۔

"آرام سے چندا......" وہ اٹھ کر بیٹھنے میں مدد کرنے لگیں۔ وہ بیٹھ چکی تو کمرے کے چاروں اطراف نظریں دوڑائیں' اس وقت صرف وہ دو نفوس ہی تھے کمرے میں۔ مسز علوی اسے ناشتا کرانے لگیں اور اس دوران انہوں نے ایک بار بھی اس سے نہ پوچھا کہ اس کے اس حال تک پہنچنے کے محرکات کیا تھے۔ ناشتے کے کچھ دیر بعد ہی ڈاکٹر راؤنڈ پر آئے' اس کا معائنہ کیا' ہدایات دیں اور ڈسچارج کرنے کا عندیہ دے دیا۔

کچھ دیر بعد پری عارب کے ساتھ بچے لے کر آئی تھی اور آتے ہی اس سے لپٹ گئی۔ پری کو پیار کرتے ہوئے اس نے عارب کو دیکھا' وہ اپنی مسحور کن مسکراہٹ کے ساتھ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ وہ اس سے نظریں چراتے دروازے کی جانب دیکھنے لگی جو ہنوز بند تھا' وہ نہیں آیا تھا۔ ایک ڈرائیور کی بچی کی عیادت کرنے کے لیے یقیناً اس کے پاس وقت نہ تھا' نہ چاہتے ہوئے بھی ایک تلخ سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر پھیل گئی۔ ڈسچارج کے تمام مراحل طے پاچکے تھے وہ لوگ عارب کی ہمراہی میں علوی ہاؤس کے لیے روانہ ہوگئے۔ یہ گھر کبھی اس کا اپنا آشیانہ تھا مگر اب یہ آشیانہ اس سنگ دل انسان کے ترش لفظوں نے اس سے چھین لیا تھا۔ وہ اس گھر کو بھی اب اپنا نہیں سمجھ سکتی تھی۔ اس نے علوی ہاؤس کو ایک نظر دیکھ کر نگاہیں جھکالیں اور مسز علوی کی ہمراہی میں اندر داخل ہوگئی۔ عارب انہیں علوی ہاؤس چھوڑ کر جاچکا تھا' وہ گھر پہنچا تو مسز آفندی اسی کی منتظر تھیں۔

"میں نے کہا بھی تھا آج مجھے لے چلنا احمر کی طرف۔" اسے جوس کا گلاس پکڑاتے اس کے برابر میں بیٹھتے ہوئے مسز آفندی نے خفگی سے کہا۔

"آج وہ ڈسچارج ہوگئی ہے' میں آپ کو شام میں لے چلوں گا ان لوگوں سے ملوانے۔" وہ جو صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے سوچوں میں گم تھا ماں کی بات پر مسکراتے ہوئے بولنے لگا۔

"ہونہہ......ٹھیک ہے' ویسے اب کیسی طبیعت ہے اس کی؟" انہوں نے اس کا چہرہ بغور دیکھتے ہوئے پوچھا شاید کچھ کھوجنا چاہ رہی تھیں۔

"کافی بہتر ہے اب مگر ابھی اسے آرام کی ضرورت ہے۔" اس کا انداز سادہ ہونے کے باوجود عروبہ کے لیے فکر انگیز تھا۔

"ٹھیک ہے پھر چلتے ہیں شام کو۔" مسز آفندی یہ کہہ کر اپنے کمرے میں چلی گئیں اور وہ وہاں بیٹھا پھر سے اپنے خیالوں میں کھو گیا۔ آج اور کل کا دن پوری جزئیات کے ساتھ اس کے ذہن میں اترتا چلا گیا۔ وہ پیاری لڑکی جو نجانے کیوں اسے بے حد عزیز ہوتی چلی گئی تھی اسے اس حال میں دیکھ کر اسے بے حد تکلیف ہو رہی تھی۔ ڈاکٹرز نے اس کی علالت کی وجہ شدید ذہنی دباؤ قرار دیا تھا مگر اچانک ایسا کیا ہوا تھا جو اس ہنستی مسکراتی نازک سی لڑکی کے دل و دماغ کو اپنے شکنجے میں جکڑ کر اس حال تک پہنچا گیا اور احمر......وہ ایک بار بھی اسے جھانکنے تک نہ آیا۔ وہ اس کے گھر کی فرد تھی' صرف فرد ہی نہیں گھر کا اہم ترین ستون' جس نے اپنی محبتوں اور خلوص سے گھر کے ہر فرد کو جوڑے رکھا تھا اور آج جب وہ اس حال کو پہنچی جب اسے ان سب کے سہاروں کی ضرورت تھی تو وہ اس سے بے نیاز ہو کر گھر میں سکون سے بیٹھا رہا۔ اسے احمر کی یہ بے نیازی بُری طرح چبھ رہی تھی۔ وہ اسے بچپن سے جانتا تھا وہ ایسا کبھی بھی نہیں رہا تھا بلکہ وہ ایک حساس دل کا مالک دوسروں کا بے حد خیال رکھنے والا انسان۔ وہ سمجھ سکتا تھا کہ اس کے ساتھ ہونے والے حادثے نے اسے کافی دکھ پہنچایا یہاں تک کہ اس کی شخصیت کو بھی بدل ڈالا مگر زندگی میں ہونے والے خوف ناک سے خوف ناک حادثے بھی انسانی سوچ اور اس کے دل کو تو بدل سکتے ہو مگر اس کی فطرت کو نہیں اس کے خمیر میں جو خصوصیات ڈال دی جائیں' وہ مٹی میں ملتے دم تک اس کا پیچھا نہیں چھوڑتیں اور احمر کا خمیر

خلوص و محبت سے گوندھا ہوا تھا' وہ وفادار اور اپنوں سے بے حد محبت کرنے والا انسان تھا۔ اسے احمر کے اس بے حس اور سنگ دلانہ رویے نے صحیح معنوں میں الجھا دیا تھا۔

❁......❁......❁

وہ موت سے جنگ لڑ کر واپس لوٹی تھی مگر اسے اس کی ذرا پروا نہ تھی۔ وہ فارملیٹی کے طور پر بھی اس کی خیریت دریافت کرنے نہیں آیا تھا۔ وہ آتا بھی کیوں؟ وہ اس کی آخر تھی ہی کون' اس لڑکی کے احساسات و جذبات کی پروا بھلا اسے کیوں ہو؟ اس کے لب طنزیہ انداز میں مسکرا اٹھے اور آنکھوں سے جھلکتا آنسو اپنے حال' اپنی کیفیت پر بے بسی کی تصویر بنا اس کی طنزیہ مسکان پر آ ٹھہرا۔

''آپ رو رہی ہیں مما؟'' اس کے پاس بیٹھی پری غور سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

''ہونہہ...... نہیں پری...... بالکل بھی نہیں۔'' وہ اپنے خیالوں سے چونکتی پری کی جانب متوجہ ہوئی۔

''نہیں' آپ رو رہی تھیں۔'' وہ نفی میں سر ہلاتی اس کے اور بھی قریب ہوگئی اور اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے اس کے آنسو صاف کرنے لگی۔

''اتنی پیاری پری میرے پاس ہے میں کیوں روؤں گی پھر بھلا۔'' اسے بے اختیار اس معصوم بچی پر پیار آیا جو اس کے لیے فکر مند ہو رہی تھی۔

''آپ کے سر میں درد ہو رہا ہے ناں' آپ آنکھیں بند کریں میں آپ کا سر دبا دیتی ہوں۔'' پری اچانک بڑی بن گئی اور اس کی فکر میں ہلکان ہو رہی تھی اس نے پری کی بات مانتے ہوئے آنکھیں موند لیں' پری اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے اس کا سر دبانے لگی۔

''پری دادو کہاں ہیں؟'' اسے سکون مل رہا تھا آنکھیں موندے ہی پوچھا۔

''وہ پاپا کے کمرے میں ہیں' مجھے کہہ کر گئی ہیں کہ آپ کا خیال رکھوں اب میں بڑی ہوگئی ہوں ناں اور آپ کو اس وقت میری ضرورت بھی ہے۔'' پری بڑے ہی معصومانہ انداز میں اپنی ذمہ داری بتا رہی تھی اس کے اتنے معصوم اور پیارے انداز پر وہ بے ساختہ ہنس پڑی۔

''تو تم نے اس کا حال دریافت کرنا بھی مناسب نہیں سمجھا۔ اتنی نفرت کرنے لگے ہو اس سے۔'' وہ اس کے سامنے سخت تاثرات چہرے پر سجائے بیٹھی تھیں جبکہ وہ بے رخی سے منہ پھیرے پتھر کا بُت بنا بیٹھا تھا۔

''محبت کے ساتھ ساتھ نفرت میں بھی بڑے ثابت قدم ہوگئے ہو تم میرے بچے۔'' وہ اسے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے جتا کر بولیں' وہ لب بھینچے پھر بھی خاموش رہا۔

''خیر میں تم سے یہ کہنے آئی ہوں کہ یہ اصول ہے کہ جس سے نفرت کرتے ہیں اس سے احسان نہیں لیتے......'' وہ اب اپنے مطلب کی بات کر رہی تھیں۔

''کیسا احسان؟'' وہ چونکا۔

''بیٹا آپ کی والدہ کی ذمہ داری بلاوجہ عروبہ نے اٹھائی ہوئی ہے اور فی الوقت وہ اس قابل نہیں کہ تمہاری بیٹی کے ناز نخرے اٹھائے تو بہتر ہے کہ تم اپنی ذمہ داری اب خود سنبھالنا سیکھو۔'' وہ سرد لہجے میں دوٹوک بات بڑے آرام سے کہہ گئیں' ان کی بات سن کر وہ سُن سا ہو گیا۔

''اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہاری اولاد کو پالنا تمہارے کسی احسان کا بدلہ ہے تو میں تم پر اچھی طرح واضح کر دوں کہ تمہارا عروبہ پر آج تک کوئی احسان نہیں بلکہ ایمان داری سے کہوں تو اس لڑکی نے تم پر بڑے احسان کیے ہیں اور اس میں سے کسی ایک کا بھی تمہیں احساس ہو جائے تو اپنی سوچ پر ماسوائے ماتم کے تم اور کچھ نہ کر سکو۔'' وہ تلخی سے کہتیں اسے آج آئینہ دکھا رہی تھیں اور وہ جوان کے تھپڑ پر ہی ان سے ناراض پھر رہا تھا ان کی تلخ باتوں پر مزید بپھر گیا۔

''آپ اس لڑکی کے لیے مجھ سے اتنی کر رہی ہیں جس سے نہ تو کوئی رشتہ ہے نہ تعلق۔ ایک ہمدردی کی بنیاد پر بنے رشتے کے لیے آپ مجھے میری نظروں سے گرانے کی کوشش کر رہی ہیں ماما......!'' اس کے تلخ لہجے میں بھی حیرانی جھلک رہی تھی۔

''غلط سمجھ رہے ہو تم' میں اس لڑکی کے لیے تم پر تمہاری

ہی حقیقت واضح کر رہی ہوں جو مجھے اپنی سگی اولاد جیسی عزیز ہے جسے میں نے ماں بن کر پالا ہے۔ تم میں اور اس میں کبھی کوئی فرق نہ کیا' میں تو یہ بھی بھول چکی تھی کہ اس نے میری کوکھ سے جنم نہیں لیا پر سلام ہے تم پر جو اپنی دنیا لٹا کر اس حد تک ظالم بن گئے ہو کہ دوسروں کے رشتوں میں بھی زہر گھولنے سے دریغ نہیں کرتے۔ ذرا تم نے نہ سوچا کہ تمہاری اس دن کی باتوں سے مجھے کتنی تکلیف ہوئی ہوگی۔ میں نے اس پر اپنی ممتا نچھاور کی اور تم میری ممتا کو احسان کا نام دیتے ہو۔ تم کیا جانو اولاد کی محبت کو احمر...... تم نے تو اپنی اولاد کو خود سے کاٹ کر اس ڈرائیور کی بیٹی کی گود میں ڈال رکھا ہے۔ تم سے توقع بھی کیسے کروں کہ تم اولاد کی محبت کو جانو گے۔" وہ استہزائیہ انداز میں اس پر جملے کس رہی تھیں۔

"ماما پلیز......" وہ بُری طرح تلملایا' اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ لفظوں کی یہ سنگ دلانہ سنگ باری کرنے والی اس کی اپنی ہی ماں ہے۔

"کیوں بُرا لگا تمہیں؟ ڈرائیور کی بیٹی ہی تو مجھے آ رہے ہو زندگی بھر وہ تمہارے کبھی نہ کیے گئے احسانوں کے بدلے تو اتارتی آ رہی ہے۔ کبھی تمہاری صبوحی سے محبت کو کامیاب بنانے میں' تمہاری شادی میں خوشیوں کے رنگ بکھیرنے میں' تمہارے بُرے وقت میں ساتھ دے کر تو کبھی تمہاری بن ماں کی بچی کو ماں کا پیار دے کر......" وہ نخوت سے کہتیں سر جھٹکتے ہوئے جانے کو مڑیں مگر پھر کسی خیال کے آنے پر رکیں اور پلٹ کر اس کے طوفانوں کی زد میں گھرے وجود کو دیکھتے ہوئے بولیں۔

"مگر بیٹا...... سب سے بڑی بات تو تم سوچنے سے رہ گئے۔" چند لمحوں کا توقف کیا اسے گہری نظروں سے دیکھا اور پھر سلسلہ کلام جوڑا۔

"عروبہ اور پری میں فرق رہ بھی کیا گیا' وہ ماں باپ کے چھینے جانے پر ہمارے احسانوں تلے آ دبی اور وہ ری قسمت تمہارے حیات ہوتے ہوئے بھی تمہاری بیٹی اس کے احسانوں تلے جا دبی۔ بے چاری' دونوں ہی ایک جیسا حسن اور ایک جیسا نصیب لکھوا کر لائی ہیں دنیا میں۔" وہ افسوس سے بولیں اور پتھر کے مجسمے کے اندر موجود دل بڑی زور سے دھڑکا تھا۔

"خیر تم اپنی بیٹی کی ذمہ داری سنبھالو اب' میری بیٹی کی حالت ایسی نہیں کہ اس کی ناز برداری کرے۔" اپنی بات مکمل کر کے وہ کمرے سے نکل گئیں۔

"اس سے بہتر تھا ماما کہ آپ آج بھی دو تھپڑ میرے چہرے پر جڑ دیتیں مگر یوں انگاروں جیسی سلگتی سنگ باری نہ کرتیں۔" وہ نڈھال سا بستر پر ڈھے گیا' اس کی ماں نے آج اسے لاجواب کر ڈالا تھا۔

❀......❀......❀

شام میں عارب مسز آفندی کے ساتھ علوی ہاؤس پہنچا تھا' مسز علوی نے بہت خوشدلی د خوش مزاجی کے ساتھ ان سے ملاقات کی۔ وہ دونوں خاتون عروبہ کے کمرے کا رخ کر گئیں جب کہ عارب احمر کے ہمراہ لاؤنج میں بیٹھا باتیں کرتا رہا۔ وہ پری کی ننھی سی گود میں سر رکھے میٹھی نیند سو رہی تھی اور پری بڑے پیار سے اس کے بالوں کو سہلا رہی تھی۔ ان دونوں خواتین کی کمرے میں آمد سے عروبہ کی آنکھ کھل گئی' مسز آفندی کو سلام کرتی وہ اٹھ بیٹھی۔

"یہ مسز آفندی ہیں' عارب کی والدہ۔" اس کے شیشے جیسی جگمگاتی آنکھوں میں جھلکتا سوال دیکھ کر مسز علوی نے تعارف کروایا۔

"اب کیسی طبیعت ہے بیٹی؟" مسز آفندی نے میٹھے لہجے میں اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اس کی خیریت دریافت کی۔

"بہتر ہے۔" اس نے دھیمے لہجے میں جواب دیا۔

ان کے درمیان معمول کی گفتگو ہوتی رہی پر اس دوران وہ اچھی طرح جان چکی تھیں کہ پری اور عروبہ ایک دوسرے کے بے حد قریب ہیں۔ اس تمام عرصے میں پری ایک ثانیے کو بھی عروبہ سے جدا نہیں ہوئی تھی یہاں تک کہ اس کی نظروں میں بھی ان کی آمد پر ناپسندیدگی جھلک رہی تھی

البتہ عروبہ کو دیکھ کر انہیں عارب کی پسند پر فخر محسوس ہو رہا تھا' وہ واقعی دل موہ لینے والی پیاری لڑکی تھی۔

"یار سچ سچ بتا کیا معاملہ ہے تو کیوں اتنا پریشان لگ رہا ہے مجھے۔" عارب احمر کے کھوئے کھوئے انداز کو پہلی نظر میں ہی تاڑ گیا تھا۔ اتنی دیر سے وہ اس سے باتیں گھما گھما کر پوچھتا رہا مگر احمر چکنا گھڑا بنا سنتا رہا' آخر کار اس نے سیدھا سیدھا پوچھ ہی ڈالا۔

"کچھ نہیں یار...... بس ایسے ہی آفس کے کچھ معاملات ہیں اور بس۔"

"دیکھو پاگل کسی اور کو بنانا' کوئی نہ کوئی تو بات ہے جو تم عروبہ کی عیادت کرنے ہسپتال بھی نہ آئے جب کہ وہ تمہاری عزیزہ ہے گھر کی فرد بھی۔" عارب کو لگا اس سے بہتر موقع نہیں ملے گا' احمر کے دل کی بات جاننے کا مگر انجانے میں وہ بھڑ کے چھتے پر ہاتھ مار بیٹھا تھا۔

"یار عروبہ کے علاوہ اور بھی بہت سے مسائل ہیں میری زندگی میں۔ ماما' پری' تم سب ہی تو لگے ہوئے ہو اس کے ساتھ پھر اگر میں مصروفیت میں الجھا ہوا ہوں تو اس میں ایسا کیا ہوگیا اور جہاں تک اس کی خیریت کی بات ہے لمحہ بہ لمحہ اس کی خبر تم لوگوں کے ذریعے مل ہی جاتی ہے۔" وہ سخت جھنجلاتے ہوئے انداز میں چیخ پڑا۔ عارب کچھ پل تو اسے حیرت سے دیکھتا رہا پھر دھیرے سے بڑبڑایا۔

"تو ایسا بدلحاظ تو کسی زمانے میں نہ تھا احمر......!" نہ جانے احمر نے سنا تھا یا نہیں مگر اس کے چہرے کے تاثرات ہنوز سخت اور نظریں سامنے ایل سی ڈی کی اسکرین پر جمی ہوئی تھیں۔ عارب کو لگا اس کا دوست صبوحی کے ساتھ ہی ابدی نیند جا سویا ہے' سامنے بیٹھا یہ شخص کوئی بہروپیا ہے اس نے بے حد افسردگی سے احمر کو دیکھا۔

❁......❁......❁

"تمہاری پسند تو واقعی بے حد پیاری ہے عارب۔" مسز آفندی نے واپسی پر اپنی پسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"پتا ہے مما...... وہ بظاہر جتنی پیاری ہے اس کا دل بھی اتنا ہی پیارا ہے۔" اس کے خوب صورت چہرے پر نرم مسکراہٹ پھیلی تھی۔

"اچھا ظاہری خوب صورتی کی تو سمجھ آتی ہے مگر اس کا دل خوب صورت ہے یہ کیسے جان لیا تم نے۔" وہ اسے شرارت سے کہتیں چھیڑ رہی تھیں۔

"آپ چند ایک بار اور ملیں گی تو آپ بھی میری اس بات سے متفق ہو جائیں گی۔" وہ بڑے ذوق سے کہہ رہا تھا' مسز آفندی نے اس کی بات پر محض مسکرانے پر اکتفا کیا' کافی حد تک وہ پہلی ملاقات میں ہی عروبہ کی شخصیت سے متاثر ہو چکی تھیں۔

❁......❁......❁

سونے سے قبل وہ اپنا موبائل چیک کر رہا تھا تبھی پری اپنا تکیہ اٹھائے اس کے کمرے میں داخل ہوئی' اس سے قبل وہ کچھ پوچھتا وہ یوں اٹھی۔

"پاپا...... دادو نے کہا ہے آج سے میں آپ کے پاس سوؤں گی۔" اسے دادو کا یہ فیصلہ ناپسند تھا اس کے لہجے سے صاف ظاہر ہو رہا تھا۔

"ہونہہ...... آؤ بیٹا' میرے پاس' یہاں آ کر سو۔" وہ پیار سے اسے اپنے پاس بلا کر سلانے لگا۔ پری کے ریشمی بالوں میں ہاتھ پھیرتے' اسے سلاتے ہوئے احمر کو مسز علوی کے وہ تمام الفاظ یاد آنے لگے جو انہوں نے آج کہے تھے۔ سخت اور ترش الفاظ جو سوئے ہوئے کو بھی جھنجھوڑ ڈالیں۔ پتھر دل کو بھی چیر ڈالیں' وہ سر جھٹک کر پری کی جانب متوجہ ہوا' پر چاہتے ہوئے بھی وہ ماں کے ان سوالوں سے پیچھا نہ چھڑا پا رہا تھا۔

"کن خیالوں میں کھوئی ہوئی ہو بیٹا؟" وہ کافی دیر سے چھت پر نظریں گاڑھے لیٹی ہوئی تھی۔ اس کے چہرے پر پُرسوچ لکیریں رقم تھیں' کچھ تو چل رہا تھا اس کے دل و دماغ میں اتنا تو مسز علوی جان چکی تھیں اسے بغور دیکھتے ہوئے خیالوں کی دنیا سے واپس لے آئیں۔

"کچھ نہیں ماما...... بس ایسے ہی نیند نہیں آ رہی۔" وہ

سرسری انداز میں گویا ہوئی۔

"نیند کیسے آئے گی بیٹا؟ تم نے اپنے ذہن کو جو نہ جانے کن بکھیڑوں میں الجھایا ہوا ہے۔" وہ دھیرے دھیرے اصل مدعے پر آ رہی تھیں۔ اس نے گردن موڑ کر ان کی جانب دیکھا وہ اسے مسکراتے ہوئے دیکھ رہی تھیں ہمیشہ کی طرح مہربان مسکراہٹ' ایسی مسکراہٹ جس کے آگے اپنا آپ سرنگوں ہو جائے اسے لگا وہ ان سے کچھ چھپا نہیں پائے گی سو گھبرا کر رخ پھیر گئی۔

"تمہیں کیا لگتا ہے عروبہ...... میں تمہیں جانتی یا سمجھتی نہیں۔ کچھ نہ کچھ تو ہے میرے بچے جس کی پردہ داری ہے' تم ایسے ہی تو اس حال تک نہیں پہنچیں۔" وہ اب اس کے ساتھ اس کے قریب آ بیٹھیں' اسے مشکل لگنے لگا تھا ان سے کچھ بھی چھپانا۔ اس نے انہیں کبھی بھی ماں سے ہٹ کر کوئی رتبہ نہ دیا تھا مگر آج احمر کی باتوں نے اسے ان سے دور ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔

"تم بہت بُرے ہو احمر...... بہت ظالم......" وہ دل ہی دل میں اسے کوسنے لگی تھی' اداس آنکھوں میں آنسو امڈ آئے اور پلکوں سے ٹوٹ کر رخسار پر جا پھیلے۔

"مجھ سے باتیں چھپانا کب سے شروع کر دیا عروبہ؟ کب سے اپنی ماں سے غیریت برتنے لگیں تم۔" وہ اب خفگی سے پوچھ رہی تھیں۔

"ماں...... میری ماں تو کب سے منوں مٹی تلے سو رہی ہے' میں تو غریب ڈرائیور کی غریب سی بیٹی ہوں جس پر آپ لوگوں نے رحم کھا کر احساس کیا اور معاشرے میں اسے اعلیٰ مقام دلایا۔" وہ مزید ضبط نہ کر سکی اور کہہ گئی وہ بات جو اسے اندر ہی اندر کھلائے جا رہی تھی۔

آخر وہی بات نکلی جس کا اندیشہ انہیں اندر ہی اندر کھائے جا رہا تھا' انہیں اب یقین ہو چلا تھا کہ عروبہ نے اس رات ہونے والی احمر اور ان کی ساری گفتگو سن لی تھی اور اسی کے صدمے نے اسے اس حال تک پہنچایا تھا۔

"آہ...... کاش تم جان پاتے احمر کہ تم ان کے دکھوں کا باعث بن رہے ہو جنہوں نے تمہیں خوش دیکھنے کے لیے اپنا آپ بھلا دیا ہے۔" وہ دل ہی دل میں احمر سے شکوہ کر بیٹھیں۔

"کیا کہیں گی ماما اب آپ' اب تو جان چکی ہیں ناں آپ کہ میں اس حال تک کیسے پہنچی؟" وہ انہیں خاموش دیکھ کر شکوہ کناں ہوئی' انہیں لگا وہ اب بول نہیں پائیں گی۔

"میں نے کبھی آپ لوگوں کو خود سے الگ نہیں سوچا میں تو اپنے ماں باپ کو بھی بھولی بیٹھی تھی شاید انہیں بھلانے کی سزا ملی مجھے جو یوں احمر نے عرش سے مجھے فرش پر لا پٹخا۔ ماما مجھے اب یہ گھر میرا اپنا نہیں لگتا یوں لگتا ہے جیسے یہاں میری سانسیں بند ہو رہی ہیں۔ میرا دل چاہتا ہے میں آپ کے سینے سے لگ کر رو دوں مگر آپ کو اب اپنی ماں سمجھنے کی مجھ میں ہمت نہیں۔ مجھ پر اتنی شدت سے وار کیا ہے احمر نے کہ اب جینا محال لگتا ہے۔ اس نے میرا سب کچھ چھین لیا' میرا مان' میرا وقار' میرا اخلاص میری محبت میرے رشتے...... سب کچھ بے نام ہو گیا میرا وجود بھی' ایسا کیوں کیا اس نے' میں نے کیا بگاڑا تھا اس کا ماما؟" وہ شاید تھک چکی تھی خود سے لڑ لڑ کر اس لیے آج اپنا دل کھول کر رکھ دیا مسز علوی کے سامنے۔ آنسو ایک تواتر سے اس کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے وہ بلک بلک کر رو رہی تھی' مسز علوی نے تڑپ کر اسے سینے سے لگا لیا۔

"ماما...... میرا آپ لوگوں کے سوا ہے ہی کون' میں کیسے جیوں گی آپ لوگوں کے بغیر وہ کیسے میرے خلوص کو احسانوں کے بدلے کا نام دے سکتا ہے۔ اسے شرم کیوں نہیں آئی ماما......" وہ ان کی آغوش میں منہ چھپائے رو رہی تھی۔ مسز علوی اس کے بالوں کو پیار سے سہلاتی ہوئی اسے چپ کرانے لگیں' کچھ آنسو بہا کر دل ہلکا کرنے کے بعد تھوڑا سکون ملا تو وہ ان سے الگ ہو کر آنسو پونچھنے لگی۔

"جانتی ہو عروبہ...... تمہیں میری گود میں قدرت نے ڈالا۔" اس کے کچھ پُرسکون ہوتے پر انہوں نے بولنا شروع کیا۔

"احمر کی پیدائش میری شادی کے پانچ سال بعد ہوئی تھی بہت منتوں مرادوں کے بعد پیدا ہوا تھا وہ مگر ڈلیوری

کے وقت کچھ ایسی پیچیدگیاں ہوگئیں جن کی بناء پر میں دوبارہ ماں بننے کی صلاحیت سے محروم ہوگئی۔ مجھے اولاد نرینہ عطا ہوئی تھی اصولاً تو مجھ میں صبر آ جانا چاہیے کہ اگر ایک ہی اولاد قسمت میں ہونی تھی تو خوش نصیبی سے وہ بیٹا تھا مگر کبھی خواہشوں کو بھی زوال آیا ہے نہ ہی آ سکتا ہے ایک کے بعد ایک وہ بڑھتی ہی جاتی ہیں۔ میرے دل میں بھی بیٹی کی خواہش بھرپور انداز میں جاگی لیکن اس خواہش کو پورا کرنے کی صلاحیت مجھ میں نہ رہی تھی۔" وہ اتنا کہہ کر لحظہ بھر کو سانس لینے رکیں، اسے اپنی جانب مکمل طور پر متوجہ پا کر پھر سے سلسلہ کلام جوڑا۔

"جہانگیر اور عذرا بے حد ایمان دار اور فرض شناس لوگوں میں سے تھے یہ بات میں نے ان کی ملازمت کے اوائل دنوں میں ہی جان لی تھی۔ میرا سلوک اگر ان کے ساتھ بہترین تھا تو ان کی محبت اور وفا بھی میرے ساتھ بہترین تھی۔ تمہاری پیدائش کے وقت عذرا کی حالت بے حد خراب تھی، پر اللہ کا کرم تم بخیر وخوبی کے ساتھ اس دنیا میں آ گئیں، تمہیں دیکھتے ہی نہ جانے مجھے یہ کیوں محسوس ہونے لگا جیسے میرے دل کی مراد پوری ہوگئی ہو۔ تمہاری من موہنی صورت دل موہ لینے والی اداؤں نے تو مجھے تمہارا دیوانہ بنا دیا تھا۔ بڑی خوش نصیبی سے تم جو دو ماؤں کا پیار وصول کر رہی تھیں۔" وہ ماضی کی یادوں میں کھوئی تھیں، آخری جملہ ان کے لبوں سے مسکراتے ہوئے ادا ہوا تھا ان کی مسکراہٹ پر وہ بھی بے اختیار مسکرائی۔

"جانتی ہو وہ قیامت خیز دن کیسا بھاری تھا، تمہاری ماں سے اس کی زندگی چھین لی گئی تھی مگر تم اور جہانگیر محفوظ رہے اور پھر جہانگیر کو بھی ابدی نیند سلا دیا گیا مگر تم پھر بھی محفوظ رہیں، کبھی سوچا ہے کیوں؟" وہ اچانک اس پر نظریں جما کر سوال پوچھ بیٹھیں، وہ جو ان کی باتوں میں کھو چکی تھی بے اختیار نفی میں سر ہلا گئی۔

"میرے لیے عروبہ...... صرف میرے لیے...... تم میری گود بھرنے کے لیے اس دنیا میں آئی تھیں، ذرا سوچو اگر اس دن تمہاری طبیعت خراب نہ ہوئی ہوتی اور تم اپنی ماں کے ساتھ معمول کے مطابق گھر پر ہوتیں، میں احمر کو لینے اسکول جا چکی ہوتی پھر...... پھر کیا ہوتا...... کیا وہ قاتل تمہاری زندگی بخش دیتا؟ یا پھر اس دن جہانگیر کے ساتھ ساتھ تم سے بھی زندگی چھین لی جاتی، تب کیا ہوتا؟ یہ سارے ممکنات میں سے ہیں ناں عروبہ...... مگر ایسا کچھ بھی نہیں ہوا بلکہ ہوا یوں کہ تم میری گود میں آ گئیں۔ عروبہ تمہیں اللہ نے زمین پر اتارا ہی میرے لیے تھا اب تم خود ان کڑیوں کو آپس میں ملاؤ اور سمجھو یقیناً تم میری باتوں سے اتفاق کرو گی۔ تم میری بیٹی ہو عروبہ...... پھر ایک نادان انسان کی باتوں کو ذہن پر سوار کر کے خود کو اور مجھے کیوں اذیت میں ڈال رہی ہو میری جان۔" انہوں نے بڑے مطمئن انداز میں یہ ثابت کر ڈالا تھا کہ ان دونوں کا رشتہ اٹوٹ ہے یوں بدلنے یا ٹوٹنے والا نہیں۔ بھلے کوئی کچھ بھی کہہ لے کچھ بھی کر لے وہ بے یقینی سے مسز علوی کو دیکھے چلی گئی۔ کتنی خوبصورتی سے انہوں نے دل میں بندھنے والی گرہ کھول ڈالی تھی، وہ ان کے سینے سے جا لگی، مسز علوی نے بڑی محبت سے اسے اپنی بانہوں میں سمو لیا تھا۔

"جانتی ہو ہمیں مشکل میں ڈالنے سے قبل وہ ہمیں اس مشکل سے نکالنے کے وسیلے بناتا ہے۔" انہوں نے اس کا ماتھا چوم کر سمجھایا، وہ ناسمجھی سے انہیں دیکھے گئی۔

"نہیں سمجھ پائیں، چلو مزید تفصیل سمجھاتی ہوں۔ تمہارے والدین کی زندگیوں کا اختتام ان کے مقدر میں یونہی لکھا تھا مگر تمہاری زندگی اس نے بچانی تھی، تمہارے لیے ہی اس پاک ذات نے تمہارے والدین کو ہم سے ملایا، تمہاری محبت میرے دل میں ڈالنے کے لیے ممتا کی تڑپ جگائی۔ تم سے مکمل ہونے کے لیے اللہ نے مجھے ادھورا رکھا، دیکھو اس مہربان نے تمہارا کتنا خیال رکھا اور میرا کتنا خیال رکھا۔ تم فطرتاً حساس اور نیک دل لڑکی واقع ہوئیں، ہمارے گھر میں اپنی محبتوں سے اجالا کرتی رہیں۔ تم نے ہر موڑ پر ہمارا ساتھ دیا مگر پھر وہی زندگی کی ہولناک شام وقوع پذیر ہوئی جو تمہارے ساتھ ہوا تھا وہی پری کے ساتھ بھی دہرایا گیا۔ پری بھی اپنی ماں کھو بیٹھی، غیب کا علم تو

فقط اللہ جانتا ہے تو پھر ذرا غور کرو کیسا شاندار اسٹیج بنایا میرے مالک نے۔ ایک عرصہ پہلے ہی تمہیں میری گود بھرنے اور ماں کی ممتا سے محروم بچی کو ماں کا پیار دینے کے لیے تمہیں منتخب کیا کیونکہ تم اس درد سے گزر چکی تھیں تو کیا اب بھی نہیں سمجھو گی کہ ہمیں مشکل میں ڈالنے سے قبل وہ مشکل سے نکالنے کے وسیلے بناتا ہے۔ پری ماں کو کھو کر بھی ماں جیسی محبت کے قریب رہی یہ تو تمہاری خوش نصیبی ہے کہ تمہارے لیے اتنا مضبوط اور اہم کردار منتخب کیا گیا۔ تم دوا دعا اور محبت کا روپ دھارے اس زمین پر اتریں‘ کبھی اس کا سوچا تم نے عروبہ...... اور تم روتی ہو ایک نادان شخص کی نادانی پر جو اتنا بدنصیب ہے کہ اولاد ہو کر بھی اس خوب صورت رشتے کے احساس سے دور ہے۔ تم اس شخص کی فضول گوئی کو دل سے لگائے بیٹھی ہو۔ مجھے حیرت ہے اس بات پر میرے بچے......“ انہوں نے بڑے پیار سے ساری گتھیاں سلجھا دی تھیں‘ اس کا دل اچانک بے حد ہلکا ہو گیا تھا۔

”ہم کہنے کو تو اشرف المخلوقات میں سے ہیں مگر انتہائی ناسمجھ اور نادان مخلوق ہیں‘ کبھی اللہ کی محبت کو سمجھ نہ پائے۔ وقت کتنا ہی دشوار گزرا ہو آزمائشیں کتنی ہی سخت ترین ہوں‘ وہ بڑے پیار سے اپنے بندوں کو اس مشکل وقت سے نکال لیتا ہے اور بدلے میں وہ اپنے بندوں سے صرف امید اور خود پر بے تحاشہ یقین چاہتا ہے مگر ہم ناشکرے انسان وقتی دکھ‘ غم کی کا رونا پوری زندگی روتے رہتے جب کہ وہ غم دکھ یا کمی گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ بہت دھندلے بھی ہو جاتے اور کبھی پورے بھی ہو جاتے ہیں مگر ہم ناسمجھ بچوں کی طرح روتے رہتے ہیں۔ احمر تو ناشکرا بن ہی چکا تم کب سے ناسمجھ بن بیٹھیں عروبہ؟“ وہ اس کی ٹھوڑی پکڑ کر چہرہ اپنے سامنے کرتے ناصحانہ انداز سمجھاتے ہوئے پوچھنے لگیں۔

”آپ کی سب باتیں درست ہیں مگر میں اب دوسروں کو خوشیاں بانٹتے بانٹتے تھک چکی ہوں‘ کیا میرے لیے اللہ نے کوئی ایک بھی ایسا وجود نہیں بنایا جو میرے لیے گھنا سایہ بنے۔“ وہ سر جھکائے آزردگی سے بول رہی تھی اس کے لہجے میں دکھ بول رہے تھے اور حقیقت تھی بھی یہی کہ وہ ہی ہمیشہ سے سب کے زخموں پر مرہم رکھتی آئی تھی۔ کوئی تو ایسا ہو جو اس کے تپتے وجود کو سایہ دے‘ وہ تنہا تھی کسی ہمدردی کی ضرورت اسے بھی تھی۔

”عروبہ...... میں یہ نہیں کہتی کہ تم نے تلخ لمحات نہیں گزارے یا مشکل وقت نہ دیکھا مگر کیا یہ مشکل وقت بڑی سہولت سے اس پاک ذات نے گزار نہ دیا۔ خود سوچ کر بتاؤ کبھی تمہارے ساتھ برا ہوا ہے جواب ہوگا کیا تم جس سے محبت کرتی ہو اس کے ساتھ برا کرسکتی ہو؟ پھر اپنی سوچ اس رب کے لیے کیوں رکھتی ہو جو بے لوث محبت کرنے والا مہربان ہے۔ عروبہ...... انسان کی سب سے بڑی خوش نصیبی یہ ہے کہ اس کی زندگی کی کہانی لکھنے والا مصنف اپنے کرداروں سے شدید محبت کرتا ہے۔ اس پر یقین رکھو وہ اب بھی تمہیں ہر مشکل سے نکال لے گا۔“ اس کے بالوں کو سہلاتے ہوئے وہ اس رب کائنات کی محبت سے بھی روشناس کرا رہی تھیں‘ وہ اب مطمئن ہو چکی تھی اس کے کرچی کرچی دل کو مسز علوی نے بہت محبت سے سمیٹ لیا تھا۔ نفرت محبت سے زیادہ طاقتور نہیں‘ محبت کرچی کرچی دل بھی جوڑ سکتی ہے بشرطیکہ خالص ہونی چاہیے اور اللہ اور ماں کی محبت سے زیادہ خالص محبت کس کی ہوگی۔ وہ بھی اپنی مہربان ماں کے آغوش میں سر چھپائے مطمئن سی سو رہی تھی۔

❀......❀......❀

صبح ایک نئے پیغام کے ساتھ بیدار ہوئی تھی‘ روشن چمک دار اجلی سی گزشتہ دنوں کی کڑواہٹ و کثافت اب اس کے اندر سے دور ہو چکی تھی۔ خود کو بے حد ہلکا پھلکا محسوس کرتی وہ مسز علوی کے ہمراہ لان میں بیٹھی چڑیوں کی چہچہاہٹوں اور تازہ مہکتی فضا سے لطف اندوز ہو رہی تھی‘ جبھی اسکول کے لیے تیار پری بھاگتے ہوئے آ کر اس سے لپٹ گئی۔

”مما...... آج پاپا نے مجھے تیار کیا ہے‘ دیکھیں میں صحیح

لگ رہی ہوناں۔" وہ خوشی خوشی کہہ رہی تھی، عروبہ نے ایک طائرانہ نگاہ پری پر ڈالی اور مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہمیشہ کی طرح بہت پیاری لگ رہی ہے میری پری۔"

"پری میری جان...... آج سے آپ کو آپ کے پاپا ہی تیار کریں گے۔" مسز علوی نے اس کا ہاتھ تھام کر اپنی جانب کھینچ کر پیار کرتے ہوئے کہا۔

"مما کی طبیعت خراب ہے اس لیے؟" وہ معصومیت سے پوچھنے لگی۔

"ہاں بیٹا...... آپ کی مما کو ابھی آرام کی ضرورت ہے اور ہم نے مل کر ان کا خیال رکھنا ہے۔" وہ اس کی ڈھیلی ہوتی پونی کو ٹائٹ کرتے ہوئے سمجھانے لگیں۔

"چلو پری...... دیر ہو رہی ہے۔" گاڑی کی جانب بڑھتے احمر نے صدا لگائی۔

"پری ناشتا صحیح سے کیا تھا؟" اس سے قبل پری احمر کی طرف بھاگتی وہ فکرمندی سے پوچھنے لگی۔

"جی مما...... پاپا نے کرادیا تھا آپ اپنا خیال رکھیے گا۔" وہ جلدی سے اس کے ماتھے پر بوسہ دے کر احمر کی جانب بھاگی۔ عروبہ اسے خود سے دور اور احمر کے قریب ہوتا دیکھتی رہی۔ پری کے پہنچتے پر احمر اس کا ہاتھ تھامے گاڑی کی طرف بڑھ گیا، ان کی گاڑی اب گیٹ سے باہر نکل چکی تھی۔

"آپ نے ہر ذمہ داری اس پر ڈال دی ہے، وہ نبھا نہیں پائے گا ماما۔" گیٹ پر نگاہیں جمائے وہ کچھ سوچتی ہوئی ان سے مخاطب ہوئی، مسز علوی کی نگاہیں اس کے چہرے پر ہی جمی ہوئی تھیں۔

"اب ذمہ داریاں اس پر پڑیں گی تو ضرور نبھائے گا، نہیں پڑیں گی تو ہرگز نہیں نبھا پائے گا۔" وہ بے پروائی سے سر جھٹکتی ہوئی بولیں۔

"پری اس تمام چکر میں بہت متاثر ہوگی، اس کے ساتھ زیادتی نہ ہو جائے۔" وہ پری کو لے کر پریشان ہو رہی تھی۔

"نہیں اب کوئی زیادتی نہیں ہونے دوں گی اس کے ساتھ، اپنے باپ کی اب بھرپور توجہ ملے گی اسے۔ عروبہ بہت ہوگیا اب اس گھر کے ہر فرد کو وہ سب کچھ ملنا چاہیے جس کی وہ خواہش بھی رکھتا ہے اور حق دار بھی ہے۔" وہ نہ جانے کیا ٹھان چکی تھیں عروبہ ان کے تاثرات سے جان نہ پائی اسی اثناء میں ان کے موبائل پر آنے والی عارب کی کال نے انہیں اپنی جانب متوجہ کرلیا، رسمی گفتگو کے بعد انہوں نے عارب کو گھر بلالیا۔

"بہت اچھا بچہ ہے عارب...... تمہاری بیماری میں بے حد ساتھ دیا اس نے ہمارا۔ کل اس کی والدہ سے بھی مل کر بے حد خوشی ہوئی۔" وہ کال منقطع کرکے عارب کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرنے لگیں، وہ ان کی اس خیال آرائی پر فقط مسکرا کر رہ گئی۔

❀......❀......❀

"بیماروں کی طرح اکیلے بیٹھے بیٹھے بور نہیں ہو جاتیں آپ۔" وہ کچھ دیر قبل ہی اس کے لیے خوب صورت بکے لے کر آیا تھا، اسے سر جھکائے گم صم بیٹھا دیکھ کر چپ نہ رہ سکا۔

"بیماروں کے پاس اور چارہ بھی کیا ہے۔" وہ ہنس دی، اسے ہنستا دیکھ کر وہ بھی مسکرا اٹھا۔

"کافی کچھ سوچا جاسکتا ہے، کسی اچھی سی کتاب پر بحث کی جاسکتی ہے۔" وہ اسے بغور دیکھتا سوچ کر بولا۔

"بس اتنا ہی کیا جاسکتا ہے یا مزید کوئی گنجائش ہے؟" اس نے نرم سی مسکان سجائے پوچھا۔

"گنجائش تو بہت کچھ نکالی جاسکتی ہے اگر آپ اجازت دیں تو۔" وہ اسے گہری نگاہوں سے دیکھتا کہہ رہا تھا۔

"چلیں اجازت وی آپ کو اب بتائیں۔" اس کی نرم مسکان ابھی بھی لبوں پر قائم تھی، البتہ نگاہیں مقابل کے اندر تک جھانک لینے میں مصروف تھیں۔

"اجازت کا شکریہ، آپ چاہیں تو ہم شطرنج کی بازی بھی کھیل سکتے ہیں، لان میں چہل قدمی کرتے ہوئے شعر و شاعری پر بھی بات کرسکتے ہیں اور کچھ نہیں تو ایک اچھی سی

مووی چائے کے ایک کپ کے ساتھ بھی دیکھ سکتے ہیں۔"
وہ تمام آپشنز اس کے سامنے رکھتا ہوا پُر امید نگاہوں سے دیکھتا ہوا بولا۔
"ارے واہ...... آپ نے تو کافی کچھ سوچ رکھا ہے میرے خیال سے لان میں چہل قدمی کرتے ہوئے حالات حاضرہ پر بحث کی جائے' آپ کی کیا رائے ہے؟"
وہ فیصلہ کرتے ہوئے ابرو چڑھا کر اس سے اس کی رائے مانگ رہی تھی یہ اس کا کسی سے بھی سوال کرنے کا مخصوص انداز تھا۔
"جو حکم جناب کا۔" وہ سرخم کرکے کہتا ہوا سیدھا دل میں اترنے کی کوشش کررہا تھا۔ عروبہ نے اس سے بے اختیار نظریں چرالیں' دل تک جانے والے وہ تمام راستوں پہ پہرے بٹھا چکی تھی' وہ ایک مکین ہی دل میں بیٹھ کر تخریب کاری کرتا کافی تھا' مزید کی گنجائش نہ تھی۔
وہ دونوں لان میں قدم سے قدم ملاتے چہل قدمی کرتے نظروں کو بے حد بھلے معلوم ہورہے تھے' بالکل یوں جیسے ایک دوسرے کے لیے بنے ہوں۔ اس دن انہوں نے ہر اس موضوع پر بات کی جس میں ان دونوں میں سے ایک کو بھی دلچسپی تھی' غرض شاعری سے لے کر سیاست تک پہ بات کرچکے تھے۔ ان کے درمیان اختلاف رائے موجود تھا مگر وہ ایک دوسرے کی رائے کا احترام کررہے تھے۔ پری بھی ان دونوں کے ساتھ لان میں موجود تھی' کبھی براؤو کے ساتھ کھیلتی اور کبھی ان دونوں کے ساتھ باتیں بگھارنے لگ جاتی۔ وہ تینوں ایک دوسرے کا ساتھ واضح طور پر انجوائے کررہے تھے۔ مسز علوی کچن کی کھڑکی سے جھانکتی اس منظر کو دیکھ رہی تھیں' ان کی آنکھیں جھلملا رہی تھیں مگر لبوں پر مسکراہٹ سجی تھی کچھ ہی لمحوں میں احمر کی گاڑی زن سے پورچ میں داخل ہوئی۔ عارب اور عروبہ چہل قدمی کرتے رک گئے' پری دوڑ کر احمر کے پاس جا پہنچی۔ عارب منتظر تھا کہ احمر بھی ان کی طرف آئے گا مگر احمر نے ایک نظر ان دونوں کو ساتھ کھڑا دیکھا اور پری کا ہاتھ تھام کر اندر چلا گیا' عارب حیرت زدہ سا رہ گیا' عروبہ نظریں چرا گئی' جانتی تھی احمر کے نظر انداز کرنے کی وجہ وہی تھی۔
"میرے خیال سے ہمیں بھی اب اندر چلنا چاہیے۔"
عارب نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔
"جی آپ چلیں' میں ابھی تھوڑی دیر یہیں بیٹھنا چاہتی ہوں۔" وہ یقیناً احمر کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی تبھی بہانہ بنا گئی۔ عارب نے الجھتے ہوئے اسے دیکھا اور اس کے بے لچک انداز پر سر ہلاتا اندر چلا آیا' مسز علوی نے یہ تمام منظر بخوبی دیکھا تھا۔
عارب احمر سے ملاقات کے کچھ ہی دیر بعد علوی ہاؤس سے جاچکا تھا' اس کی سنگت میں آج کا دن بلاشبہ اچھا گزرا تھا۔ وہ اس دن کی تمام جزئیات کو یاد کرکے مسکراتی رہی' ضروری تو نہیں کہ محبت ہو پُر خلوص دوستی بھی تو اثر رکھتی ہے اور آج کافی عرصے بعد اسے ایک اچھا دوست میسر آیا تھا۔
"یہ کیا چکر ہے ماما...... عارب میرا دوست ہے پھر میری غیر موجودگی میں کیوں گھر آتا ہے؟" وہ اپنے پیروں پر کریم سے مساج کررہی تھیں کہ وہ کمرے میں داخل ہوکر ان پر برس پڑا۔
"تم صبوحی کے گھر رافع کی غیر موجودگی میں کیوں چکر لگایا کرتے تھے احمر؟" انہوں نے سرسری سی نظر اس پر ڈالی اور ٹھنڈے ٹھار لہجے میں سوال کیا۔
"آپ کہنا کیا چاہتیں ہیں ماما......؟" وہ ناگواری سے بولا۔
"حیرت ہے احمر...... جب عروبہ بیمار تھی تب تم نے نہیں پوچھا کہ عارب میرے موجود ہونے کے باوجود کیوں آپ لوگوں کے کام آرہا ہے۔ اس وقت تو کبوتر کی طرح آنکھیں بند کیے تم اپنے کمرے میں بند رہے' آج نہ جانے کیوں تمہاری نام نہاد انا' غیرت اور مردانگی میرے آگے غضب دکھا رہی ہے۔" مسز علوی نے بستر سے اٹھ کر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سوال کیا۔
"ماما پلیز...... وہ ذمہ داری ہے ہماری میں نہیں چاہتا

کل کلاں کوکوئی اونچ نیچ ہو اور بات ہم پر آئے۔" وہ اتنی ہمت نہیں رکھتا تھا کہ جواب دے سو ڈھیلا پڑتا ہوا اپنے سوال کی وضاحت دینے لگا۔

"وہ ہماری نہیں صرف میری ذمہ داری ہے' تم اس کی پروا کرنا چھوڑ دو۔ تمہاری ذمہ داری صرف پری ہے لہٰذا اس کا خیال رکھو' اس پر دھیان دو اور ہاں یاد آیا پری کا اسکول یونیفارم رات میں ہی استری کر دینا اور اس کا ہوم ورک اسکول بیگ بھی لازمی چیک کر لینا۔ اب مجھ میں اتنی ہمت نہیں کہ پری کے سارے کام بھاگ بھاگ کر کروں۔" وہ سوال کیا سے کر آیا تھا جواب کیا مل رہا تھا' وہ جھنجلا اٹھا۔

"آپ یہ سب کچھ جان بوجھ کر کر رہی ہیں ناں میرے ساتھ' مجھے سبق سکھانا چاہتی ہیں ناں آپ؟" وہ اب سینے پر ہاتھ باندھے ان کے سامنے تن کے کھڑا باز پرس کر رہا تھا۔

"سبق تو تم نے سکھایا ہے میرے بچے...... مجھے خود غرضی واحسان فراموشی کا۔ میں تو بس اس گھر کے ہر فرد کی ذمہ داری اس فرد کو سونپنا چاہتی ہوں تم نے زندگی کیسے اور کس کے ساتھ گزارنی ہے تم فیصلہ کر چکے ہو۔ مجھے عروبہ کا گھر بسانا ہے بس اس کے فرض سے سبکدوش ہو جاؤں تو مطمئن ہو کر زندگی گزاروں۔" انہوں نے ایک گہری سانس لے کر اپنی بات مکمل کی اور اس کی نظروں کے سامنے سے ہٹ گئیں۔

"تو یہ عارب کی روز روز آمد غالباً آپ کے فرض کا حصہ ہے۔" وہ طنزیہ لب ولہجہ اختیار کرتا بولا۔

"ہاں وہ اسے پسند کرتا ہے اس کی ماں بھی ملنے آئی تھی اور عروبہ کے لیے میری نظر میں وہ ایک بہترین انتخاب ہے۔" وہ سادہ سے لہجے میں اعتراف کر گئیں۔

"ہونہہ...... بہترین انتخاب......" وہ استہزائیہ ہنسی ہنسا' مسز علوی نے چونک کر اس کے چہرے کو دیکھا۔

"جب تک اسے عروبہ کی حقیقت نہیں معلوم تب تک ہی بہترین نظر آ رہا ہے' حقیقت معلوم پڑتے ہی وہ بدترین انتخاب کا روپ دھار لے گا۔" وہ بے دردی سے سفاک لہجے میں کہتا سر جھٹک رہا تھا' مسز علوی اس کے اس ردعمل کو دیکھ کر دنگ رہ گئیں۔

"ہر کوئی تمہاری طرح گھٹیا ذہنیت کا مالک نہیں ہوتا احمر...... مجھے تو اب افسوس ہونے لگا ہے کہ تم میری اولاد ہو۔ میں اب آرام کرنا چاہتی ہوں تم اب جا سکتے ہو۔" وہ ملامتی نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے رخ پھیر گئیں۔ احمر سختی سے لب بھینچے کچھ پل دیکھتا رہا اور پھر کمرے سے نکل گیا۔ مسز علوی اسے دل گرفتگی سے کمرے سے جاتا دیکھتی رہ گئیں۔

❁......❁......❁

عارب اب اکثر علوی ہاؤس ان سب سے ملاقات کی غرض سے آیا کرتا تھا گو کہ اب عروبہ مکمل طور پر صحت یاب ہو چکی تھی مگر عارب کی دوستی کی اب اسے بھی عادت پڑنے لگی تھی۔ وہ اس کے ساتھ گھنٹوں اپنی پسندیدہ کتابوں پر بحث کرتی' کبھی کبھی تو مسز علوی بھی اس مباحثے میں شامل ہو جاتیں' کبھی شطرنج کی بازی کھیلی جاتی تو کبھی لیڈو اور ایسے میں پری بھی ان کے ساتھ پیش پیش رہتی۔ اس بار عارب تقریباً ہفتے بعد آیا تھا وہ اپنے سیٹ اپ کے آغاز کے سلسلے میں مصروف رہنے لگا تھا پھر بھی جونہی وقت ملتا وہ علوی ہاؤس کا ضرور چکر لگاتا تھا۔ آج انہیں لائبریری جانا تھا' عروبہ کو کچھ کتابیں ایشو کروانی تھیں' وہ اب جاب کرنا چاہتی تھی' اس نے بزنس ایڈمنسٹریشن میں ماسٹر کیا ہوا تھا اور اسی سلسلے میں لائبریری سے کچھ کتابیں ایشو کروانا چاہتی تھی۔ وہ اپنی مطلوبہ کتابیں ڈھونڈ چکی تو پری نے اکتائی ہوئی شکل بنا کر اسے مخاطب کیا۔

"مما...... اب چلیں بھی۔"

"ہاں بس میں یہ ایشو کروا کر آتی ہوں۔" وہ کتابیں اٹھائے وہاں سے چلی گئی۔

"آپ کو پتا ہے پہلے مما' میرے پاپا کے ساتھ اس لائبریری میں آتی تھیں۔" پری اچانک یاد آنے پر عارب سے سرگوشیانہ انداز میں مخاطب ہوئی۔

"اچھا...... یہ آپ کو کس نے بتایا؟" عارب نے بھی

پری والا انداز اختیار کر کے سرگوشی کی۔

"مما نے...... مگر یہ بہت پہلے کی بات ہے' میرے پیدا ہونے سے بھی پہلے کی۔" وہ اب اسے وضاحت سے سمجھا رہی تھی۔

"چلیں جناب۔" اس نے ان دونوں کے عقب سے آ کر مداخلت کی اور وہ تینوں باہر نکل گئے۔

"عارب میں آج کل جاب ڈھونڈ رہی ہوں اگر تمہاری نظر میں میرے لیے کوئی جاب ہو تو ضرور بتانا۔" وہ لائبریری سے پارکنگ ایریا تک کے راستے سے گزرتے ہوئے مخاطب ہوئی۔

"ہونہہ...... ارادہ اچانک بن پڑا تمہارا۔"

"نہیں اچانک تو نہیں مگر کافی دنوں سے سوچ رکھا تھا' خود بھی ایک دو جگہ اپلائی کیا ہے۔ آج سوچا تم سے بھی کہہ دوں۔"

"او کے چلو میں تمہیں جلد ہی بتاؤں گا اس بارے میں۔" وہ تینوں گاڑی تک پہنچ چکے تھے۔

"پری کون سے آئس کریم پارلر جانا ہے؟" عارب نے پری سے پوچھا' پری سوچ میں پڑ گئی۔

"تم چلو میں بتاتی ہوں۔" عروبہ نے پری کو سوچ میں گم دیکھ کر ہنستے ہوئے کہا۔

"او کے باس......" وہ خوشدلی سے کہتا گاڑی میں بیٹھ کر گاڑی اسٹارٹ کرنے لگا۔

"اچھا سنو کل پانچ بجے ریڈی رہنا تمہیں ایک جگہ لے جانا ہے۔" اچانک یاد آ جانے پر وہ بولا۔

"کہاں؟" عروبہ نے حیرانگی سے پوچھا۔

"یہ تو سرپرائز ہے۔" وہ چہکا' گاڑی اپنی منزل کی جانب رواں دواں تھی۔

❀......❀......❀

"پاپا...... آپ اکیلے رہ گئے ناں؟" وہ احمر کے بازو پر سر رکھے آج کے دن کا سارا احوال سناتے اچانک پوچھ بیٹھی۔

"کیا مطلب...... کس نے کہا آپ سے؟" وہ حیرت سے اس کی طرف رخ موڑ کر پوچھنے لگا۔

"کسی نے نہیں بس مجھے خود ہی پتا چل گیا۔" وہ معصومیت سے اس کی شرٹ کے بٹن کو کھول بند کرتے ہوئے بولی۔

"کیا ہوا ہے پری...... مجھے پوری بات بتاؤ۔" وہ اب مکمل طور پر پری کی جانب متوجہ تھا۔

"پاپا......" اس نے نظریں اٹھا کر اس کی جانب دیکھا' اس کی آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو جھلملا رہے تھے' اس کے دل کو کچھ ہوا تھا۔ "پاپا اب آپ کے ساتھ کوئی نہیں رہتا ناں' مما بھی نہیں' دادو بھی نہیں۔ مما کی دوستی عارب انکل سے ہو گئی ہے ناں اب...... آپ نے انہیں دیکھا وہ دونوں ایک ساتھ کتنا خوش رہتے ہیں۔ مما آپ کا کتنا خیال رکھتی تھیں پہلے مگر آپ نے ان سے دوستی نہیں کی ناں۔ پاپا آپ نے ان سے دوستی کیوں نہیں کی؟" وہ اپنے ننھے ہاتھوں سے احمر کے گال تھپتھپاتے پوچھ رہی تھی اور احمر کے تو گویا لب سل گئے تھے۔

"آج اگر آپ نے دوستی کی ہوتی تو ہم تینوں ایک ساتھ گھوم رہے ہوتے' دادو بھی ہوتیں ساتھ۔ کتنے خوش ہوتے ہم ایک ساتھ' کبھی آئس کریم کھانے جاتے' کبھی پلے لینڈ تو کبھی لائبریری۔" وہ بلا تکان بولتی چلی جا رہی تھی' اس کے لہجے میں اس کی محرومیاں عیاں تھیں' ادھورے رشتے جیتی بچی کی یہ خواہش بھی ادھوری تھی۔

"میری جان میں آپ کو لے چلوں گا ہر جگہ جہاں آپ کہو گی وہاں۔ چلو اب آرام کرو' صبح اسکول بھی تو جانا ہے۔" اسے خود میں بھینچتے ہوئے چپ کرایا' اس میں اب حوصلہ نہ تھا اپنی بیٹی کی محرومیوں کو سننے کا۔

"پاپا...... مگر مما تو نہیں ہوں گی ناں' ان سے تو آپ نے لڑائی کر لی ناں' میں نے سنا تھا اس دن آپ ان کی دادو سے شکایتیں کر رہے تھے۔ مما تو اب عارب انکل کی دوست ہیں' آپ تو دوستی ختم کر چکے ناں۔" وہ افسردہ تھی' تبھی افسردگی سے کہہ گئی۔

"ایسا کچھ نہیں ہے میرا پری...... کوئی لڑائی نہیں ہوئی' تم

اب سو جاؤ میری جان۔" وہ اسے بہلا رہا تھا۔

"کیا ہو عروبہ جہانگیر...... ایک جادوگرنی یا پھر ساحرہ...... یہ سحر پھونکنا تم نے کہاں سے سیکھا۔ یہ کیسا جادو ہے تمہارا؟ تمہارے سحر سے نکلنا مشکل' نکلنے کی کوشش میں...... میں مزید تمہارے حصار میں قید ہوتا جا رہا ہوں۔ جتنی بھی کوشش کرلوں بے بس محسوس کرتا ہوں خود کو۔ تمہارے سحر کے شکنجے میں جکڑا ہوا تمہارا قیدی......" آج بالآخر احمر علوی نے اپنے بے بس ہونے کا اعتراف دل ہی دل میں کرلیا تھا۔

❀......❀......❀

"آخر اور کتنا انتظار کرواؤ گے عارب...... کب لے کر جاؤں تمہارا رشتہ عروبہ کے لیے' میں نے تو آفندی صاحب سے بھی اس سلسلے میں بات کرلی ہے۔" مسز آفندی کب سے تیار بیٹھی تھیں' رشتہ کے جانے کے لیے مگر وہ نہ جانے کیوں ٹال مٹول کررہا تھا۔

"بس کچھ دن اور ماما...... میں اپنے حوالے سے اس کے احساسات جاننا چاہتا ہوں بس کچھ دن اور۔" وہ لیپ ٹاپ کی اسکرین پر نظریں جمائے اپنے کام میں مصروف تھا۔ مسز آفندی کی بات پر اس کا دھیان کام سے ہٹا' ایک خوب صورت سا خواب اس کی آنکھوں میں جگمگانے لگا۔

"ہونہہ...... جیسا تم مناسب سمجھو' کام کیسا چل رہا ہے تمہارا؟" انہوں نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔

"بہت زبردست...... الحمدللہ سب کچھ امید سے بڑھ کر اچھا ہو رہا ہے۔" وہ دوبارہ سے اپنے کام کی جانب متوجہ ہوگیا۔ "ویسے آج ہمیں سیما خالہ کی طرف جانا ہے' آپ چلیں گی ہمارے ساتھ؟" یاد آنے پر اس نے مسز آفندی سے پوچھا۔

"سیما سے تو میں دو دن پہلے ہی ملی ہوں' ایسا کرو تم دونوں مل آؤ۔ اچھا ہے سیما سے بھی عروبہ کی ملاقات ہو جائے گی۔" کچھ لمحے قبل ہی ملازمہ میز پر ان دونوں کے لیے چائے رکھ گئی تھی' وہ کپ اٹھا کر پینے لگیں۔

"ہونہہ...... ٹھیک ہے ماما۔" وہ اب اپنی ساری فائلز کلوز کررہا تھا' کچھ دیر بعد اسے علوی ہاؤس کی طرف نکلنا تھا۔

❀......❀......❀

آج وہ جلدی گھر آ گیا تھا' لاؤنج میں مسز علوی اور پری ساتھ بیٹھے تھے۔ مسز علوی نے ایک عرصے بعد اپنا نٹنگ کا سامان نکالا تھا' سو اسی میں مصروف تھیں جب کہ پری اپنا ہوم ورک کرنے میں مصروف تھی۔ وہ ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتا' وہیں صوفے پر ڈھیر ہوگیا۔ اس کے انگ انگ سے تھکن آویزاں تھی۔

"پاپا میں پانی لاؤں آپ کے لیے۔" پری کچھ دیر بغور اسے دیکھتی رہی پھر پوچھا۔

"ہاں بیٹا...... پلیز۔" وہ تھکاوٹ سے چور لہجے میں بولا۔

مسز علوی نے نگاہ بھر کر دونوں باپ بیٹی کو دیکھا اور پھر سے نٹنگ میں مصروف ہوگئیں' پری فوراً ہی ٹھنڈے پانی کا گلاس لے کر حاضر ہوئی۔ پانی پی کر کچھ حواس بحال ہوئے تو اسے یہ منظر کچھ ادھورا سا لگا۔ وہ کہاں تھی' ان سب کے درمیان موجود کیوں نہ تھی۔

"پری آپ کی مما کہاں ہیں؟" وہ بے اختیار پوچھ بیٹھا' مسز علوی نے اسے معنی خیز نظروں سے دیکھا تو وہ گھبرا کر وضاحت دینے لگا۔ "آپ اکیلے ہوم ورک کر رہی ہیں' مما مدد نہیں کروا رہیں۔" پری سے زیادہ اس نے ماں کو اپنے سوال کا مقصد جتایا تھا۔

"وہ تو عارب انکل کے ساتھ باہر گئی ہیں۔" پری جواب دے کر واپس اپنی جگہ پر بیٹھ گئی پھر نہ جانے کیا سوچ کر اس نے اضافی بات کہی۔

"آپ کو بتایا تو تھا پاپا...... ان کی اب عارب انکل سے اچھی دوستی ہوگئی ہے' ہم سے بھی زیادہ۔" کچھ تو تھا پری کے انداز میں جس نے ان دونوں ماں بیٹے کو چونکا دیا تھا۔ احمر کے چہرے پر ایک رنگ آیا تو دوسرا گزرا' وہ بنا کچھ کہے وہاں سے اٹھ کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔

"یہ لڑکا خود اپنی جان کا دشمن بنا بیٹھا ہے۔" انہوں نے

احمر کی پشت کو افسردگی سے گھورتے ہوئے دل ہی دل میں کہا اور اگر اس دن وہ ہسپتال میں اسے عروبہ سے اپنی محبت کا اظہار کرتے سن نہ لیتیں تو کبھی بھی اس کے دل کا حال نہ جان پاتیں اور نہ ہی اس پر روز یوں ضربیں لگا کر اس کے پتھر ہوتے وجود کو توڑنے کی کوشش کرتیں‘ وہ دن اپنی تمام جزئیات سمیت ان کے ذہن کے پردے میں محفوظ تھا۔

”نہیں جانتا کب سے کیسے‘ بالکل بھی نہیں جانتا‘ جانتا ہوں تو صرف اتنا کہ بے حد محبت کرتا ہوں تم سے۔“ وہ اس کے ہاتھ پر اپنا سر لگائے رو رہا تھا۔

”مگر میں اتنی ہمت نہیں رکھتا عروبہ کہ تمہیں بتا سکوں‘ نہ ہی میں تمہارے ساتھ زیادتی کرنا چاہتا ہوں نہ ہی صبوحی کے ساتھ‘ تم نے ہمیشہ ہر موڑ پر میرا ساتھ دیا۔ تمہاری اپنی زندگی ہے‘ تمہارا بھی خوشیوں پر اتنا ہی حق ہے جتنا میرا۔ اپنے حصے کی خوشیاں وصول کر کے میں تمہاری خوشیوں کے رنگ میں بھنگ نہیں ڈال سکتا۔ تم بہت مجھے عزیز ہو عروبہ...... مگر میں تمہاری زندگی برباد نہیں کر سکتا۔“ اس کی گھٹی گھٹی سی آواز بمشکل ان تک پہنچ رہی تھی‘ ان کا پورا وجود اس وقت قوت سماعت کا روپ دھار ہوا تھا۔

”نہ میں تم پر بوجھ بن سکتا ہوں نہ ہی صبوحی سے بے وفائی۔ میں ایک ادھورا انسان ہوں‘ بٹا ہوا نہ تمہیں خوش رکھ پاؤں گا نہ ہی صبوحی کو کبھی بھلا پاؤں گا۔ بہت بدنصیب ہوں میں عروبہ...... مگر تمہیں میں اس حال میں نہیں دیکھ سکتا۔ میں آج اعتراف کرنے پر مجبور ہوں عروبہ...... کیونکہ میں جانتا ہوں تمہاری اس حالت کا ذمہ دار میں خود ہوں۔ کل میں نے تمہارے لیے جو بھی کہا تھا‘ وہ سب کچھ تم نے سن لیا‘ میں چلا جاؤں گا تمہاری زندگی سے بہت دور‘ شکل بھی نہ دکھاؤں گا تمہیں مگر آج مجھے کہہ لینے دو سب کچھ۔“ وہ ہچکیوں سے رو رہا تھا‘ اس کی آواز اب واضح ہوئی تھی غالباً سر اٹھا کر بول رہا تھا۔

”کتنے عرصے تک لڑتا رہا تمہاری محبت سے‘ کبھی بے رخی کا اظہار کر کے تو کبھی نفرت کا اظہار کر کے خود کو یہ جتاتا رہا کہ تم میرے لیے کچھ بھی نہیں ہو‘ تمہاری کوئی حیثیت نہیں میرے نزدیک‘ تمہاری محبت سے لڑتے لڑتے میں اتنا گر چکا کہ کل ماما سے وہ کچھ کہہ گیا جو کبھی تمہارے لیے سوچا تک نہ تھا۔ جانتی ہو کل پہلی بار میں صبوحی سے ملنے گیا تو تمہاری باتیں کرتا رہا۔ تم پر غصہ کرتا رہا۔ تمہاری وجہ سے میں اس کے سرہانے بیٹھ کر بھی اس سے بے وفائی کرتا رہا‘ میں اس وقت شدید کوفت میں مبتلا تھا۔ تم پر شدید غصہ تھا مجھے‘ میں وہ ساری باتیں کہہ کر خود کو تم سے نفرت کرنے پر مجبور کر رہا تھا مگر تمہیں اس طرح اذیت نہیں دینا چاہتا تھا۔ میں...... میں بہت بُرا ہوں...... بُرا ہوں بہت...... اور میری سزا یہی ہے کہ تم سے بے تحاشہ محبت کرنے کے باوجود بھی خود کو تم سے دور رکھوں۔ مجھے معاف کر دو عروبہ...... مگر آج یہ اعتراف کر لینے دو کہ میں تم سے شدید محبت کرتا ہوں۔“ انہوں نے بے اختیار ہو کر باتھ روم کے دروازے کو ذرا سا کھول کر جھانکا‘ وہ ہاتھ جوڑے اس سے معافی مانگ رہا تھا‘ اعتراف محبت کر رہا تھا۔ آج ان کے بیٹے احمر علوی نے اپنا آپ کھول کر رکھ دیا تھا اور یہ خدا کا ہی کرنا تھا کہ وہ ساری حقیقت آج جان گئی تھیں۔

”دادو...... مجھے بھوک لگ رہی ہے۔“ پری کی آواز انہیں حال میں واپس کھینچ لائی‘ وہ اس کے لیے سینڈوچ تیار کرنے کچن میں آ گئیں۔

”اے اللہ تُو جانتا ہے میری نیت‘ میرے ارادے۔ تُو میری مدد فرما یا رب...... میرا ساتھ ضرور دینا مالک......“ وہ دل ہی دل میں دعا کر رہی تھیں‘ ان کے لیے احمر اور عروبہ دونوں ہی برابر تھے‘ وہ کسی کے ساتھ بھی بُرا ہوتے نہیں دیکھنا چاہتی تھیں وہ احمر کو اس کے کھینچے گئے خود ساختہ حصار سے باہر نکالنا چاہ رہی تھیں وہ اس پر اتنی سختی اسی لیے کر رہی تھیں کہ وہ اپنے خول سے کھینچ جائے واپس پہلے کی طرح ہو جائے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی بنائی ہوئی مسجد سے باہر نکلے ان کی محبتوں کی قدر کرے جو اس کے منتظر ہیں ان کا سہارا بنے اپنی ذمہ داریوں کو سمجھے۔ ان کی دلی خواہش تھی کہ عروبہ اور احمر رشتۂ ازدواج میں منسلک ہو جائیں‘ وہ دونوں ایک دوسرے کے لیے بہترین ثابت ہوتے مگر ان کے حالات ایک
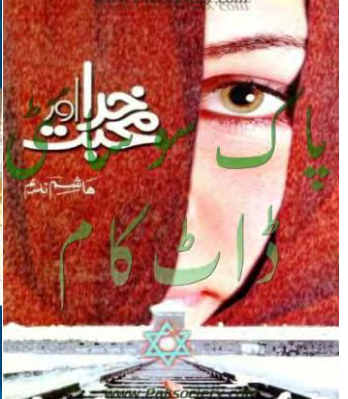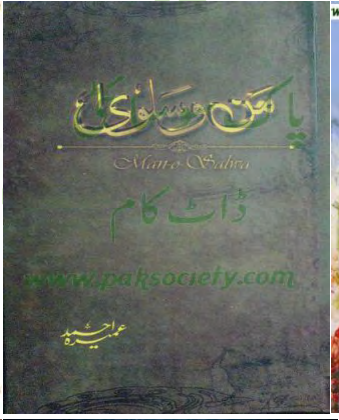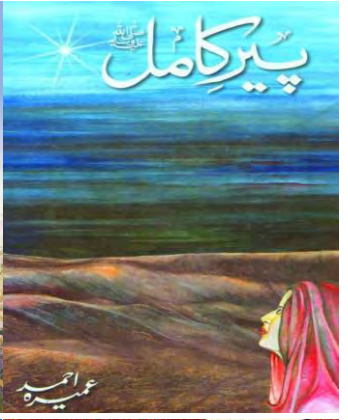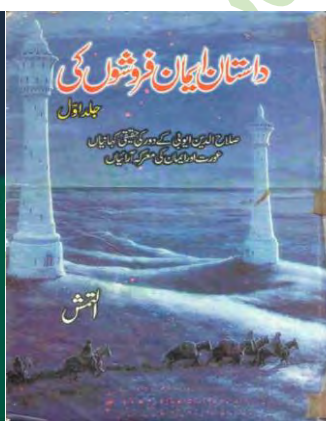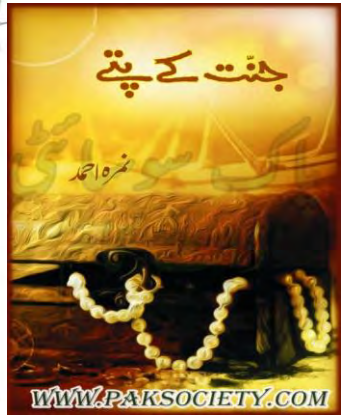
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

دوسرے کے لیے بہترین نہ تھے۔
وہ اتنا کچھ ہونے کے بعد عروبہ کے ساتھ بھی کوئی زیادتی نہیں ہونے دینا چاہتی تھیں اور جب سے عارب کی نظروں میں انہوں نے عروبہ کے لیے پسندیدگی کے جذبات دیکھے تھے وہ دل سے چاہتی تھیں کہ عروبہ کے نصیب کی خوشیاں بھی اب اسے مل جائیں۔ اس دن عروبہ کی باتوں نے انہیں شدت سے احساس دلایا تھا کہ زندگی کے اس موڑ پر وہ آ کھڑی ہوئی ہے جہاں ایک ہمدرد، مخلص ہمراہی کی شدید ضرورت محسوس ہوتی ہے اور عارب ان تمام خوبیوں پر بخوبی پورا اترتا دکھائی دیتا تھا۔ اب یہ الگ بات ہے کہ بیٹے کے دل کا حال جان کر کہیں نہ کہیں ان کے دل میں عروبہ اور احمر کے ایک ہونے کی خواہش اب بھی کہیں دبی ہوئی تھی۔

❁......❁......❁

وہ دونوں گلوریا جینز کے خوابناک ماحول سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔
"تم نے یہاں کا پروگرام بنایا آج' کوئی خاص وجہ اس کی۔" اس نے کریمی کوکیز کا مزہ لیتے ہوئے پوچھا۔
"وجہ تو بہت خاص ہے اس لیے آج کی شام خاص بنانے کی کوشش کی۔" وہ ذومعنی انداز میں اسے نظروں کے حصار میں قید کرتے ہوئے بولا' وہ بہت کچھ سمجھ کر بھی انجان بنی رہی۔
"اچھا تو پھر اس وجہ پر ہی بات کرتے ہیں جس کے لیے عارب آفندی نے آج کی شام کو خاص بنا ڈالا۔" وہ مسکراتے ہوئے اسے چھیڑ' وہ قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔
"سیریسلی عروبہ...... تم باکمال ہو۔" نہ جانے اس نے یہ بات کیوں کہی تھی مگر وہ مسکراتے ہوئے اس کی جانب دیکھتے ہوئے اس وجہ کو جاننے کی منتظر رہی۔
"عروبہ...... میں بنا لگی لپٹی رکھے صاف صاف جملوں میں کہتا ہوں کہ میں تمہیں دل کی گہرائیوں سے پسند کرتا ہوں اور پورے خلوص و محبت سے تمہیں اپنانے کی خواہش بھی رکھتا ہوں۔ کیا تم زندگی کے اس سفر میں میرے ساتھ چلنا پسند کرو گی؟" اس کی زندگی میں پہلی بار کسی نے یوں اظہار محبت کیا تھا وہ بھی دوٹوک' وہ نظریں جھکا گئی سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کہے۔
"میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ وقت خواہ کتنا ہی مشکل ہو' حالات کتنے ہی کٹھن ہوں' ہمیشہ تمہارا ساتھ دوں گا۔ کبھی تنہا نہیں چھوڑوں گا' تمہارا سایہ بن کر تمہارے ساتھ ساتھ چلوں گا۔" وہ دلچسپی سے اس کے چہرے پر پھیلتے رنگ دیکھ کر اپنے جذبات کا اظہار کر رہا تھا۔
"اپنی زندگی کے ہمسفر کا انتخاب کرنا ہو فیصلہ فوری طور پر نہیں کیا جا سکتا عارب...... یقیناً تم نے بھی اتنے دنوں تک مجھے جانچا ہوگا پرکھا ہوگا تب جا کر مجھے پرپوز کرنے کا فیصلہ کیا۔ تم نے اب تک مخلص دوستوں کی طرح میرا ساتھ دیا مگر ہمسفر کی حیثیت سے قبول کرنے کے فیصلے کے لیے مجھے وقت درکار ہوگا۔" اس نے سنجیدگی کے ساتھ نپے تلے لفظوں میں اسے جواب دیا تو عارب نے مسکراتی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔
"مجھے سو فیصد یقین تھا کہ تم یہی جواب دو گی' تمہارے پاس وقت ہی وقت ہے عروبہ...... اچھی طرح سوچ لو' میری جانچ پڑتال کر لو۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں' ٹھونک بجا کر فیصلہ لو مگر میں اتنا جانتا ہوں تمہارا فیصلہ میرے حق میں ہی ہوگا۔" وہ خود اعتمادی کے ساتھ اسے شوخی سے دیکھتے ہوئے بولا' عروبہ نے محض مسکرانے پر اکتفا کیا۔
"کیا آج صرف اس کافی ہاؤس کا پروگرام تھا۔" وہ باتوں کا رخ اب بدل چکی تھی۔
"نہیں' دراصل آج تمہیں اپنی خالہ سے ملوانا چاہتا تھا اگر تمہیں کوئی اعتراض نہ ہو تو۔" اس نے ویٹر سے بل منگواتے ہوئے اس کی بات کا جواب دیا۔
"آہاں...... تمہاری خالہ سے ملنا یقیناً ایک خوشگوار احساس ہوگا تو پھر نکلتے ہیں خالہ کی طرف۔" وہ اپنا کلچ تھامے اٹھ کھڑی ہوئی۔ گلوریا جینز سے نکل کر دونوں ایک دوسرے سے باتیں کرتے گاڑی کی جانب بڑھ رہے تھے۔

ڈاکٹر سیما ایک نفیس اور قابل ڈاکٹر تھیں' ان سے مل کر عروبہ کو بے حد خوشی ہوئی تھی غالباً مسز آفندی نے سیما کو پہلے ہی کال کر کے ان دونوں کی آمد کی اطلاع دے دی تھی تبھی وہ خاص پرتپاک انداز میں ان دونوں سے ملی تھیں۔ انہیں باتیں کرتے کچھ ہی پل گزرے تھے کہ انہیں انتہائی ایمرجنسی کال پر آئی سی یو کی طرف بھاگنا پڑا۔ وہ دونوں بھی ان کے ساتھ ہی انتہائی نگہداشت یونٹ کی طرف بڑھے' ڈاکٹر سیما خود تو آئی سی یو کے اندر داخل ہو گئیں البتہ وہ دونوں آئی سی یو کے شیشے کے پار سے اندر کا منظر دیکھتے رہے۔

وہ عمر رسیدہ شخص انتہائی اذیت ناک حالت میں تھا' ڈاکٹر سیما اپنی ٹیم کے ہمراہ اسے بچانے کی ہر ممکن کوشش میں لگی ہوئی تھیں مگر زیادہ دیر نہ لگی اس کی روح پرواز کر گئی۔ ڈاکٹر سارہ اسے بچانے میں ناکام ہو چکی تھی۔ اسے سر تک چادر اوڑھا دیا گیا' ڈاکٹر سیما سر نفی میں ہلاتیں باہر نکل آئیں۔ وہ افسردہ سی انہیں سوالیہ نگاہوں سے دیکھنے لگی' اس نے پہلی دفعہ کسی کو یوں اپنے سامنے دم توڑتے دیکھا تھا' ڈاکٹر سیما اس کی کیفیت سمجھتے ہوئے اس کا کندھا تھپتھپاتے ہوئے بتانے لگیں۔

''ایڈز کا مریض تھا وہ' اور مرض آخری اسٹیج پر داخل ہو چکا تھا۔ اسے بچانا ہمارے لیے اب ناممکنات میں شمار ہو چکا تھا ویسے بھی وہ بہت اذیت میں تھا شاید یہ اس کے کرموں کا پھل ہو۔'' وہ چہرے سے ماسک اور دستانے اتارتے ہوئے بول رہی تھیں۔ ان کے آخری جملے پر وہ دونوں بُری طرح ٹھٹکے۔

''کیا مطلب کہ اس کے کرموں کا پھل؟'' عارب نے حیرانگی سے پوچھا' عروبہ بھی حیرت زدہ سی انہیں دیکھ رہی تھی۔

''یہ مریض جس کا نام کرم دین تھا' دراصل پیشہ ور مجرم تھا۔ کچھ عرصہ قبل پولیس کی طرف سے اسے یہاں داخل کرایا گیا تھا جب اسے جیل میں رکھنا وہاں کے حکام اور قیدیوں کے لیے مشکلات کا باعث بننے لگا تو اسے یہاں داخل کروا کر چھوڑ دیا گیا ویسے بھی چار ماہ بعد اسے پھانسی ہو جانی تھی۔ پھانسی سے پہلے ہی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔'' ڈاکٹر سیما بالکل نارمل لہجے میں مرنے والے کے بارے میں انکشاف کر رہی تھیں۔

''کیا یہ قاتل تھا؟ اسے پھانسی کی سزا ہو رہی تھی آخر کس کا قتل کیا تھا اس نے؟'' عروبہ نے ان کے قدم سے قدم ملاتے تجسس سا سوال کیا۔

''کچھ نہ پوچھو عروبہ...... بہت ہی درندہ صفت اور ظالم فطرت کا مالک تھا یہ شخص' اس نے تو اپنی جوان بیٹیوں کو بیچ ڈالا اور اپنی بیوی اور چھوٹی بیٹی کو قتل بھی کر ڈالا۔ صرف یہی نہیں اپنی بھتیجی اور اس کے شوہر کا بھی لرزہ خیز قتل کر ڈالا اور ان سب کے بعد یہ کسی سیاسی جماعت میں شامل ہو گیا' گناہوں سے اپنے ہاتھ مزید سیاہ کیے اور جب یہ موذی مرض اس سے آ چمٹا تو اپنے آقاؤں کے لیے ناکارہ ہو گیا تب پولیس کی حراست میں بھی آ گیا' بچانے کے لیے کوئی آگے نہ بڑھا۔ مرض شدت اختیار کر گیا تو پولیس نے بھی اسے یہاں لا چھوڑا اور آج دیکھ لو۔ معصوموں' بے گناہوں کا سفا کی سے قتل کرنے والا کس اذیت ناک موت سے دوچار ہوا ہے۔ بے شک اللہ کی لاٹھی بے آواز ہے۔'' ڈاکٹر سیما مختصر لفظوں میں ساری کہانی سناتی چلی گئیں اور وہ ششدر رہ گئی۔ یہ کہانی سنی سنی سی تھی' اسے لگا وہ ان بے گناہ کرداروں کو بھی جانتی ہے اچانک اس کے ذہن میں جھماکا ہوا اور سب یاد آ گیا۔ برسوں پہلے مسٹر اینڈ مسز علوی نے اس کے حقیقی ماں باپ کے بارے میں بتاتے ہوئے کچھ ایسی ہی کہانی سنائی تھی تو یہ شخص اس کے ماں باپ کا قاتل تھا' ان کی خوشیوں کو اجاڑنے والا۔

''یہ شخص کس علاقے کا...... میرا مطلب ہے کس گاؤں کا رہائشی تھا۔ آپ کچھ بتا سکتی ہیں ڈاکٹر؟'' وہ مکمل یقین حاصل کرنا چاہتی تھی تبھی پوچھنے لگی۔ ڈاکٹر نے ذہن پر زور ڈالتے ہوئے اسے اس گاؤں کا نام بتا دیا۔ شک یقین میں بدل گیا تھا' آج اس نے اپنے ماں باپ کے قاتل کو اس کے انجام تک پہنچتے دیکھ لیا تھا' کچھ دیر قبل

دل میں پیدا ہونے والی افسردگی اب شدید نفرت میں بدل چکی تھی۔
وہ شام جتنی اپنے آغاز میں خوب صورت تھی اب ایک عبرت ناک سبق دیتی محسوس ہورہی تھی۔ علوی ہاؤس پہنچ کر وہ سیدھا اپنے کمرے میں جانا چاہتی تھی مگر لاؤنج میں بیٹھے احمر کو دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ وہ اسے دیکھ رہا تھا جیسے اسی کے ہی انتظار میں ہو۔ کچھ تھا اس کی نظروں میں چھپا ہوا پیغام مگر وہ نظر انداز کرتی سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی البتہ عارب کچھ دیر بیٹھا ان سب سے باتیں کرتا رہا۔ پری فوراً ہی اس سے اپنی ناراضگیاں جتانے میں مصروف ہوگئی مگر وہ ہر بات سے بے نیاز عروبہ کے اس رویے پر الجھتا رہا اور عارب کے جانے کا بے چینی سے انتظار کرنے لگا۔
وہ جب سے آئی تھی بے حد بے چینی محسوس کررہی تھی' کبھی کمرے میں ٹہلنے لگتی تو کبھی کھڑکی کھول کر باہر دیکھنے لگتی مگر ایسا فقط چند لمحوں کے لیے ہوتا پھر وہ بستر پر بیٹھ کر اپنی کنپٹی سہلانے لگتی غرض ہر تھوڑی دیر بعد وہ یہی عمل دہرانے میں لگی ہوئی تھی۔ اس وقت بھی وہ کمرے میں تیز قدموں سے ٹہلنے میں مصروف تھی تبھی مسز علوی اس کے کمرے میں داخل ہوئیں اور اسے مضمحل دیکھ کر وجہ دریافت کی۔
"ماما آج میں اپنے ماں باپ کے قاتل کو دیکھ کر آرہی ہوں' انتہائی بُری اور اذیت ناک حالت میں تھا۔ میری نظروں کے سامنے دم توڑا اس نے۔" اس کے لہجے میں نفرت کی آمیزش بھی تھی اور گہرے دکھ کی پرچھائی بھی' وہ مسز علوی کو گزرے دن کی روداد سنانے لگی۔ یہ سب کچھ سن کر وہ ابھی سنبھل بھی نہ پائی تھیں کہ عروبہ کی اگلی بات نے انہیں چونکا دیا۔
"ماما..... عارب نے مجھے آج پرپوز بھی کیا ہے۔"
"واقعی..... پھر تم نے کیا جواب دیا؟" وہ خوش ہوئی تھیں مگر دل میں کچھ تھا جو ٹوٹا تھا۔
"میں نے سوچنے کے لیے وقت مانگا ہے۔" وہ دائیں ہاتھ کی لکیروں پر انگلیاں پھیرتی ابھی بھی کھوئی

مگر وہ چاہ کر بھی کچھ نہ پوچھ سکیں وہ فی الوقت کچھ دیر آرام کرنا چاہتی تھیں۔
"خوب اچھی طرح سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا میری جان۔" وہ اس کے ماتھے پر بوسہ دیتی اپنے کمرے میں چلی گئیں۔
فیصلہ کرنے میں اسے دو دن لگے مگر فیصلہ اس نے مسز علوی کو عارب کے رشتے کے لیے آمادگی کی صورت سنایا تھا۔ مسز علوی کے بعد وہ عارب کو بھی اپنے فیصلے سے آگاہ کرچکی تھی' عارب نے اگلے ہی روز اسے مسز آفندی کے سنگ علوی ہاؤس آنے کا مژدہ سنایا تھا۔
"اللہ تمہارے لیے اس رشتے کی صورت بے انتہا خوشیاں جھولی میں ڈالے۔ وہ خوشیاں جو تمہیں مطمئن و پُرسکون رکھیں۔" اس رات مسز علوی نے اس کے ماتھے کو چومتے ہوئے خلوص دل سے دعا دی تھی۔
"ماما..... مگر میری ایک شرط ہے۔" وہ سر جھکائے بولی۔
"کیسی شرط؟" وہ ٹھٹکیں۔
"آپ مسز آفندی کو میرے حوالے سے سب کچھ سچ سچ بتائیں گی' کچھ بھی نہیں چھپائیں گی۔" وہ ان کا ہاتھ تھامے بولی۔
"مگر بیٹا.....!" وہ اتنا ہی کہہ پائی تھیں کہ عروبہ نے انہیں بولنے سے روک دیا۔
"ماما پلیز..... میں نہیں چاہتی کہ بعد میں انہیں میرے ماضی سے متعلق کچھ علم ہو اور پھر ان کے دلوں میں میرے لیے گرہیں پڑیں۔ سو جو ہونا ہے وہ ابھی ہوجائے۔" وہ فیصلہ کن لہجے میں بولی' مسز علوی اس کی بات سمجھ کر اثبات میں سر ہلا گئیں۔ وہ جن حالات سے گزری تھیں اس کے بعد اس کا یہ فیصلہ انہیں مناسب بھی لگا ویسے بھی جھوٹ اور غلط بیانی پر استوار رشتوں کی بنیاد کمزور ہوتی ہے۔
"ٹھیک ہے تم جیسا کہو میری جان..... میری دعائیں' میرا پیار' میرا ساتھ ہمیشہ تمہارے لیے تھا اور رہے گا۔" وہ

اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر کمرے سے نکل گئیں۔ عروبہ کے لیے وہ دل سے دعا گو تھیں۔ احمر کو مطلع کرنے کی غرض سے وہ اس کے کمرے میں داخل ہوئیں وہ سونے کی تیاری کر رہا تھا مگر رات کے اس پہر مسز علوی کی آمد نے اسے چونکا دیا۔ اس نے سوالیہ نگاہیں مسز علوی پر جمائیں۔

"کل عارب اپنی والدہ کے ہمراہ عروبہ کے رشتے کے سلسلے میں آرہا ہے۔" مسز علوی کی بات سن کر احمر کچھ پل کے لیے خاموش سا ہو گیا۔ اس لمحے مسز علوی کو اپنے بیٹے پر بڑا ترس آیا اس نے اپنی خوشیاں خود ہی اجاڑ ڈالی تھیں۔

"تمہاری موجودگی ضروری ہے کوشش کرنا کہ کل جلدی گھر آجاؤ۔" اسے خاموش دیکھ کر اپنی بات مکمل کر کے وہ جانے کو مڑیں۔

"وہ خوش ہے؟" وہ بمشکل کہہ پایا۔ مسز علوی نے اسے پلٹ کر دیکھا اور جواب دیا۔

"اس کا صحیح جواب تو وہی دے سکتی ہے تمہیں۔" اتنا کہہ کر وہ رکیں نہیں دروازے سے باہر نکل گئیں۔ احمر جز بز ہوتا انہیں جاتا دیکھتا رہا۔

صبح آفس جانے سے قبل اس نے عروبہ کے کمرے کی جانب رخ کیا تھا دستک دے کر وہ اندر داخل ہوا۔ عروبہ نے چونک کر اسے دیکھا، وہ وارڈ روب میں کسی لباس کا انتخاب کرنے میں مصروف تھی۔

"تم.....!" وہ اس کے بیمار ہونے پر بھی اس سے خیریت دریافت کرنے نہیں آیا تھا پھر آج اچانک اس کے یوں آجانے پر حیران ہونا فطری امر تھا۔

"ہاں...... وہ میں تم سے پوچھنے آیا تھا کہ عارب سے رشتے پر آمادگی کا فیصلہ تم نے اچھی طرح سوچ سمجھ کر کیا ہے ناں؟" ایک عرصے بعد اس سے مخاطب ہوا تھا۔ برسوں کی شناسائی عروبہ کی آنکھوں سے معدوم ہوتی نظر آ رہی تھی۔ سوائی ہمت نہ کر سکا کہ اس فیصلے سے وہ کتنی خوش ہے یہ پوچھ سکے۔

"یہ میری اب تک کی زندگی کا سب سے اہم فیصلہ ہے ایسا کیسے ممکن ہے کہ میں نے بنا سوچے سمجھے فیصلہ لیا ہو۔"

عروبہ کے لہجے میں در آئی اجنبیت نے احمر کو خاموش ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔

"میں صرف تمہارے بھلے کے لیے پوچھ رہا تھا۔" وہ بس اتنا ہی کہہ سکا۔

"میں اپنا برا بھلا بخوبی جانتی ہوں مسٹر احمر...... برائے مہربانی میری فکر میں آپ کو ہلکان ہونے کی قطعی ضرورت نہیں۔" اس کی بات پر وہ اندر تک سلگ بیٹھی تھی جبھی ایک ایک لفظ چبا چبا کر بولی۔

"میں صرف تمہیں خوش دیکھنا چاہتا ہوں' اس لیے فکر......" وہ بے چارگی سے بولا مگر عروبہ نے اس کا جملہ مکمل نہ ہونے دیا۔

"بہت شکریہ آپ کی فکر و تشویش کا' میں کچھ مصروف ہوں اس وقت اگر آپ برا نہ مانیں تو اپنا کام مکمل کر لوں؟" وہ بالواسطہ طور پر اسے کمرے سے بے دخل ہونے کا حکم دے رہی تھی۔ غصے کی ایک شدید لہر اس کے اندر بھڑک رہی تھی۔ یہی وہ شخص تھا جس نے اسے اس کی بچپن کی محبت سے دستبردار ہونے پر مجبور کیا' اس کی جنت کو چھین لیا۔ اس کے سب سے عزیز دوست کو اس سے دور کر دیا' اس کی انا مجروح کی' وقار کی دھجیاں اڑائیں اور آج اس کی خوشیوں کی باتیں کرتا یہ شخص اسے بہت بڑا منافق لگ رہا تھا۔

عروبہ کا ہتک آمیز رویہ اسے پیچ پا کر گیا' وہ انتہائی طیش کے عالم میں اس کے کمرے سے باہر نکلا۔ دل کے بے حد مجبور کرنے پر آج وہ اس کے پاس آیا تھا' وہی پرانا دوست بن کر مگر دوستی کی رسی پھر سے تھامنے میں بہت دیر ہو چکی تھی۔ اب تک وہ اس کی ذات کے پرخچے اڑاتا آرہا تھا مگر آج پہلی بار اس نے عروبہ کی نگاہوں میں اپنے لیے نفرت دیکھی تھی اور یہ بات اس کے لیے ناقابل برداشت ہوئے جا رہی تھی۔

❀......❀......❀

مسز آفندی مٹھائی کے ہمراہ علوی ہاؤس پہنچی تھی۔ احمر مسز علوی کے تاکید کے باوجود اب تک گھر نہیں پہنچا تھا' وہ مسلسل اس سے رابطہ کرنے کی کوشش کر رہی تھیں مگر وہ ان کی کال وصول نہیں کر رہا تھا۔ وہ اچھی طرح جان چکی تھیں کہ وہ نہیں آئے گا' عروبہ بنفشی اور کریم رنگوں کے امتزاج کے انگرکھے میں ملبوس مغلئی دور کی شہزادی معلوم ہو رہی تھی۔ عارب نے اس کا استقبال مسکراتی نگاہوں سے کیا اور مسز علوی سے اجازت لے کر واپس چلا گیا۔ چائے کے پراہتمام دور کے بعد مسز آفندی جیسے ہی اصل مدعے پر آئیں۔ عروبہ پری کو لے کر ڈرائنگ روم سے باہر چلی گئی' مسز آفندی عروبہ کی شخصیت اور اخلاق کی تعریفوں پر رطب اللسان تھیں وہ بہت چاہت سے عارب کے لیے عروبہ کا ہاتھ مانگ رہی تھیں۔

"مسز آفندی...... عارب بہت ہی پیارا اور فرماں بردار بچہ ہے بلاشبہ وہ میری عروبہ کے لیے ایک بہترین انتخاب ثابت ہوگا مگر میں آپ کو عروبہ کے حوالے سے کچھ حقائق سے آگاہ کرنا چاہتی ہوں۔"

"جی...... جی کہیے مسز علوی۔" مسز علوی نے تمہید باندھتے ہوئے کہا تو مسز آفندی جز بز ہوتی ان کی اگلی بات کی منتظر ہوئیں اور پھر مسز علوی نے بڑی ہمت کے ساتھ عروبہ کے ماضی کے حوالے سے مسز آفندی کو آگاہ کرنا شروع کر دیا۔ دوران گفتگو مسز آفندی کے چہرے کے بدلتے رنگ ان کی نظروں سے مخفی نہ رہ سکے تھے۔ مسز آفندی ان سب کو انتظار کی سولی پر چڑھا کر واپس جا چکی تھیں۔

آفس پہنچ کر بھی اس کا غصہ ٹھنڈا نہ ہو سکا بلکہ وقفے وقفے سے میز پر دھری چیزوں اور اسٹاف پر نکل رہا تھا۔ کتنی ہی دیر اضطرابی کیفیت میں ٹہلتے اب وہ نڈھال سا اپنی نشست پر بیٹھا تھا' سامنے میز پر علوی ہاؤس کی فیملی تصویر رکھی تھی جس میں وہ اور عروبہ ساتھ کھڑے مسکرا رہے تھے وہ اس تصویر کو دیکھ کر چیخ پڑا۔

"آخر تم خود کو سمجھتی کیا ہو عروبہ جہانگیر...... تم سے محبت کرتا ہوں اس بات کی سزا دے رہی ہوں نا مجھے۔ تم سمجھتی ہو میں ہار مان لوں گا مگر نہیں...... میں نہیں ہاروں گا ہار جو

کرنا ہے کرو تم، مجھے تمہاری کوئی پروا نہیں۔" وہ ہذیانی کیفیت میں بولے جا رہا تھا۔

"لیکن کیا کروں میں تم سے بہت پیار کرتا ہوں۔" وہ ضبط کرتے کرتے بھی غصے سے تصویر دیوار پر مارتے ہوئے چیخ پڑا اس کے لہجے میں درد تھا اقرار تھا اور اپنی ہار کا واضح اعلان تھی۔

❁......❁......❁

"تم نے تو ساتھ دینے کے بڑے دعوے کیے تھے عارب آفندی...... بھلا دعوے کرنا بھی کوئی بڑی بات ہے۔ محبت کو یہ جھوٹے دعوے ہی تو مار ڈالتے ہیں اور ان دعوؤں کو نبھانے والا اپنے وعدوں پر پورا اترنے والا ہی تو محبت کو زندہ کرتا ہے۔ دیکھتے ہیں عارب آفندی تم محبت کو مارنے والوں میں سے ہو یا زندہ جاوید کرنے والوں میں سے۔" وہ پوری رات عروبہ کی ان ہی سوچوں میں گزری نہ جانے کتنی بار وہ دل ہی دل میں عارب سے ہمکلام ہوئی آزمائش سخت تھی تب ہی آج اس کے سیل فون پر عارب کا شب بخیر کا پیغام بھی نہیں آیا تھا۔

رات دیر تک جاگنے کے باعث صبح دیر سے بیدار ہوئی تھی۔ بیدار ہوتے ہی اس نے سب سے پہلے اپنا سیل فون چیک کیا۔ موبائل نیٹ ورک والوں کے معمول کے پیغامات کے بعد اور کوئی پیغام نہ تھا اس کا دل بے چین ہوا۔ خیال آیا کہ وہ خود کوئی پیغام بھیجے مگر نہیں یہ مناسب نہیں تھا۔ اسے انتظار کرنا چاہیے وہ اپنے بکھرے بالوں کو سمیٹتی بیڈ کی پشت سے ٹیک لگائے سوچنے لگی۔

کیا تھا ان دونوں کے بیچ صرف اعتماد دوستی اور خلوص کا جذبہ۔ اسے عارب سے محبت تو نہ تھی مگر اس نے اس کے خلوص پر یقین کر کے اس کے بڑھتے ہوئے ہاتھ کو تھام لیا تھا اور اب جب وہ دونوں ایک دوسرے کے ہمراہی بننے پر رضامند تھے تب اس نے اپنی زندگی کی ایک تلخ حقیقت اس کے سامنے رکھی تھی۔ نہ جانے دل کو کیوں یقین تھا کہ وہ محبت کے دعوے کرنے والا شخص ضرور اس کا ساتھ دے گا مگر اب اس کا یہ یقین ڈگمگانے لگا تھا خود کو ہمت بندھاتی اور خیالات کو مثبت رخ پر ڈالتی وہ نیچے آ گئی۔ حیرت کا شدید جھٹکا لگا، ماما، احمر اور پری ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھے ناشتا کرنے میں مصروف تھے۔

"احمر آج آفس نہیں گیا مگر کیوں؟" وہ خود سے ہمکلام ہوئی وہ اس کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی مگر نہ چاہتے ہوئے بھی اسے نیچے آنا پڑا۔

"اٹھ گئیں تم...... چلو آؤ ناشتا کرلو۔" ماما نے اسے آتا دیکھ کر پکارا، ان کی کھوجتی نظریں اس کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ وہ خاموشی سے وہاں آ گئی اس سے قبل کہ وہ کرسی کھینچ کر بیٹھتی عارب آفندی تمتماتے چہرے کے ساتھ دندناتا ہوا اندر داخل ہوا۔ میز پر براجمان نفوس حیرانگی سے اس کی جانب متوجہ ہوئے۔

"آؤ عارب...... اچھے موقع پر آئے ہو بیٹھو یار۔" وہ خوشدلی سے اس کی جانب بڑھا، پہلے وہ فقط اس کے دوست کی حیثیت سے آتا تھا مگر اب وہ عروبہ کا انتخاب بننے جا رہا تھا۔

"میں یہاں بیٹھنے نہیں آیا احمر۔" اس کا صرف لب و لہجہ ہی نہیں انداز بھی بدلے ہوئے تھے۔ مسز علوی اور عروبہ نے چونک کر اسے دیکھا۔

"پھر......؟" احمر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

"میں معذرت چاہتا ہوں آنٹی...... میں اس رشتے سے تعلق نہیں جوڑ سکتا۔" وہ احمر کو نظر انداز کر کے دو ٹوک اور بے لچک انداز میں مسز علوی سے مخاطب ہوا۔ مسز علوی کے ہاتھ سے کانٹا چھوٹ کر پلیٹ میں جا گرا، وہ گھبرا کر عروبہ کو دیکھنے لگیں، اس کا چہرہ تنے ہوئے تاثرات لیے سفید پڑتا جا رہا تھا۔

"میں آپ لوگوں کی طرح اعلیٰ ظرف نہیں جو ملازم کی بیٹی کو سر کا تاج بنا کر رکھوں۔ میرے بھی کچھ اصول ہیں، معیار ہیں، اسٹیٹس ہے۔ ایک معمولی ڈرائیور کی بیٹی اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے اور اونچے محل میں رہ کر بھی اسی ڈرائیور کی ہی بیٹی کہلائے گی۔ کوا ہنس کی چال چلے تو ہنس نہیں بن جاتا کوا ہی رہتا ہے۔" وہ کتنا بے رحم تھا کس ستم

ظریفی سے اس پر لفظوں کے وار کررہا تھا۔ احمر بُت بنا کھڑا عارب کو شعلہ بیانی کرتا دیکھتا رہا۔ مسز علوی عروبہ کا پھیکا پڑتا رنگ دیکھ کر بے اختیار اس کی طرف بڑھیں۔

"عارب آفندی...... تمہیں یہ رشتہ نہیں جوڑنا تو بے شک نہ جوڑو مگر تمہیں کوئی حق نہیں کہ یوں نشتروں کی بارش کرو۔" وہ بمشکل خود کو سنبھالتی مضبوط لہجے میں تنبیہ کے انداز میں بولیں۔ کچھ بھی ہوجائے وہ نہیں ٹوٹے گی اب' وہ نہیں روئے گی۔ یہ اس نے خود سے عہد کیا تھا' عارب استہزائیہ مسکراہٹ لبوں پر سجائے ٹھیک اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

"مجھے واقعی کوئی حق نہیں اور میں ایسے حقوق رکھنے میں دلچسپی رکھتا بھی نہیں۔" وہ حقارت سے کہہ رہا تھا۔ عروبہ نے بمشکل اسے ڈبڈبائی آنکھوں سے دیکھا۔

"عارب تمہیں......" مسز علوی اسے روکتے ہوئے آگے بڑھیں تو وہ انہیں ہاتھ کے اشارے سے روک کر بات کاٹتے ہوئے ترشی سے بولا۔

"رک جائیں آنٹی...... جب اتنے دنوں سے اس کے ساتھ پھر رہا تھا تب تو آپ نے نہیں روکا تھا۔ آج جب اس سے صاف بات کررہا ہوں تو آپ بیچ میں کیوں آرہی ہیں۔" وہ بدتمیزی کی انتہا پر پہنچ چکا تھا۔

"جب تک اسے عروبہ کی حقیقت نہیں معلوم تھی تب تک ہی بہترین نظر آرہا ہے' حقیقت معلوم پڑتے ہی وہ بدترین انتخاب کا روپ دھار لے گا۔" احمر کے کچھ دن قبل کے کہے گئے الفاظ ان کی سماعتوں میں گونجے۔ انہوں نے بے اختیار احمر کی جانب دیکھا وہ ابھی تک بُت بنا کھڑا تھا۔

"بات یہ ہے عروبہ...... تم سونے کی بھی بن جاؤ تو کوئی بھی تمہاری حقیقت جان کر اپنانے کے لیے آگے نہیں بڑھے گا۔ تم لاکھ حسین' لاکھ ذہین مگر کوئی فائدہ نہیں۔ ہزار تم دوسروں کی خدمتیں کرلو بچوں کو پال لو ہمدردی حاصل کرسکتی ہو مگر دل میں جگہ نہیں۔ مخمل میں ٹاٹ کا پیوند کوئی نہیں لگاتا' بہتر ہے تم اپنی حیثیت پہچان لو ورنہ ہمیشہ دکھ اٹھاؤ گی۔" عارب کی آنکھوں سے شعلے پھوٹ رہے تھے۔

عروبہ کی آنکھیں دھندلا رہی تھیں' اس کا عہد ٹوٹنے لگا تھا۔ وہ ٹوٹ رہی تھی وہ رو رہی تھی' انسان اتنا بھی اختیار نہیں رکھتا کہ خود سے کیے عہد ہی پورے کرلے۔ احمر کا سکتہ غالباً اپنا نام سن کر ٹوٹا تھا' عارب کی بکواس سن کر وہ طیش میں اس کے گریبان تک جا پہنچا۔

"آرام سے یار...... غصہ کیوں کررہا ہے' اتنی ہی ہورہی ہے ہمدردی تو خود کرلے نا شادی۔ میرے سر کیوں منڈھ رہا ہے اسے' اپنے لیے تمہارا یہ معیار کے شادی شدہ ہوکر بھی اس کی طرف دیکھنا پسند نہیں کرتے اور مجھ سے توقع کرتے ہو کہ اسے اپنی بیوی بنا کر رکھوں' ہونہہ......" وہ بے حد عامیانہ انداز میں احمر سے اپنا گریبان چھڑاتا حقارت کی ایک نظر عروبہ پر ڈالتا وہاں سے تن فن کرتا چلا گیا۔

"عروبہ...... میری بچی......" مسز علوی بے قراری بُت بنی عروبہ کی جانب بڑھیں اس کا سر ویڑتا ہاتھ تھاما اور عروبہ کو جیسے کرنٹ لگا' وہ جھٹکے سے ہاتھ چھڑاتی چیخ اٹھی۔

"کیوں...... آخر کیوں...... کیوں ہوتا ہے یہ میرے ساتھ' میں سب کی زندگی میں محبتوں اور خوشیوں کے رنگ بھرتی ہوں پھر کیوں سب آ کر مجھے یوں لفظوں سے سنگ بار کرتے ہیں؟" وہ اونچی آواز میں چیخ کر روتے ہوئے بول رہی تھی' مسز علوی اور احمر اسے سنبھالنے کو آگے بڑھے تھے۔

"چھوڑ دو مجھے' مت چھوؤ...... گندے ہوجاؤ گے تم لوگ' دور رہو مجھ سے......" وہ بے قابو ہورہی تھی پہلے سے ڈری سہمی ہوئی پری نے عروبہ کی یہ حالت دیکھ کر رونا شروع کردیا۔

"عروبہ میری جان...... میری بچی...... میری بات سنو بیٹا......" مسز علوی نے بمشکل اس کا ہاتھ تھام کر خود سے لگانے کی کوشش کی۔

"نہیں...... ہوں میں آپ کی بچی...... میں غریب ڈرائیور کی بیٹی ہوں' کوئی حق نہیں مجھے جینے کا۔ مسکرانے کا خواب دیکھنے کا' میں محبت کروں تو بھی جرم میں دوستی کروں

تو بھی جرم...... سنو ایک بار ہی مجھے مار ڈالو تم لوگ کیوں قطرہ قطرہ زہر دیتے ہو۔" وہ اب حواسوں میں نہ تھی جو جی میں آتا بولے چلے جا رہی تھی۔ مسز علوی سے وہ سنبھل نہیں پا رہی تھی اور احمر کو وہ پاس نہیں آنے دے رہی تھی یونہی چیختے چلاتے بے دم ہو کر وہ مسز علوی کی بانہوں میں جھول گئی پری کے رونے میں مزید شدت آ گئی۔

"احمر گاڑی نکالو جلدی...... ہسپتال لے چلو اسے۔" مسز علوی روتے ہوئے اس سے بول رہی تھیں۔

❀......❀......❀

اس کی آنکھیں ذرا سی کھلیں اور پھر دوبارہ بند ہو گئیں' وہ آئی سی یو میں تھی اس کا نروس بریک ڈاؤن ہوا تھا اور گزشتہ چار دنوں سے مسلسل زندگی اور موت کی کشمکش میں جھول رہی تھی۔

"اسے کچھ ہوا احمر تو نہ میں تمہیں معاف کروں گی نہ ہی اس کم ظرف عارب کو۔" وہ اسے سخت لہجے میں کئی بار دھمکی دے چکی تھیں اور وہ انہیں کیسے بتاتا کہ وہ خود اپنے آپ کو معاف نہیں کر سکتا اگر اسے کچھ ہو گیا تو۔

آج اسے پرائیویٹ روم میں شفٹ بھی کر دیا گیا تھا' وہ اس وقت گہری نیند سو رہی تھی اور اس وقت صرف وہ ہی کمرے میں تھا۔ مسز علوی پری کے لیے کچھ کھانے پینے کا سامان لینے کینٹین تک گئی تھیں۔

"مجھے معاف کر دو عروبہ...... مجھے معاف کر دو۔ میں بہت برا ہوں' ناکام ہوں' میں تمہیں خود سے دور رکھنا چاہتا تھا' خوشیوں کے قریب دیکھنا چاہتا تھا مگر صرف تمہیں دکھ دیتا رہا۔ مجھے معاف کر دو عروبہ......" وہ اتنے دنوں سے ضبط کیے بیٹھا تھا' آج ضبط کے سارے پل اس کے آنسوؤں کے آگے ڈھے گئے۔ مسز علوی اسی وقت کمرے میں داخل ہوئی تھیں اسے یوں روتے ہوئے اعتراف جرم کرتا دیکھ کر دل گرفتگی سے اس کی جانب بڑھیں۔

"دعا کرو کہ وہ ٹھیک ہو جائے۔" وہ بس اتنا ہی کہہ سکیں۔

"ماما...... اسے ٹھیک ہونا ہوگا' میں اسے کھو نہیں سکتا' بہت نقصان کر چکا ہوں اب مزید نقصان کا متمنی نہیں۔" وہ ماں کے سینے میں سر چھپائے رو رہا تھا' پری گم صم سی اپنے باپ کو یوں بچوں کی طرح روتے دیکھتی رہی۔

"میں جھوٹ بولتا تھا کہ اس سے نفرت ہے سچ تو یہ ہے کہ بے تحاشہ محبت کرتا ہوں ماما اس سے اور اسی محبت سے گھبرا کر دور بھاگتا تھا اس سے۔" وہ اعتراف کر رہا تھا محبت کا۔ اسی پل گہری نیند سوئی عروبہ کی بند آنکھوں کے پیچھے ڈھیلے تیزی سے حرکت کرتے محسوس ہوئے۔

وہ سب اس کی زندگی کے لیے دعائیں کر رہے تھے اور وہ زندگی کی طرف واپس لوٹ آئی تھی۔ آج وہ اسے گھر لے آئے تھے ڈاکٹر نے اسے مکمل آرام اور ذہن کو پرسکون رکھنے کے ساتھ ساتھ خوش رہنے کی بھی ہدایت کی تھی۔ اس میں واضح تبدیلی در آئی تھی وہ اب بے حد خاموش رہتی اور خلاء میں گھورتی سوچتی رہتی۔ دونوں کافی کوششیں کرتے تھے اسے اپنے ساتھ باتوں میں مصروف رکھنے کی مگر وہ ان سب کو نظر انداز کرتی کسی ان دیکھے نقطے پر نگاہیں جمائے اپنی سوچوں میں کھوئی رہتی۔

آج صبح بیدار ہوئی تو اپنے سرہانے گل دان میں تازہ گلاب اور موتیے کے پھولوں کو دیکھ کر بے اختیار پوچھ بیٹھی۔

"یہ پھول کس نے لگائے ہیں؟" مسز علوی نے کندھے اچکاتے ہوئے لاعلمی کا اظہار کیا' بالکل یہی حرکت پری نے بھی اس کے سوال کو سن کر دہرائی' وہ خاموش ہو گئی۔

شام میں مسز علوی وو تیجیٹیبل کارن سوپ کا باؤل اس کے کمرے میں رکھ گئیں' پہلا چمچ منہ میں ڈالتے ہی وہ پوچھ بیٹھی۔

"پری یہ سوپ کس نے بنایا ہے؟" جواب میں پری نے ایک بار پھر کندھے اچکا کر لاعلمی کا اظہار کیا۔

دو دن بعد سے اس نے لان میں چہل قدمی کا آغاز کیا تھا' پری آج بھی اس کا ہاتھ تھامے اسے لان میں لے کر آئی تھی۔ وہ اس کا بالکل بچوں کی طرح خیال رکھ رہی تھی

کبھی کبھی تو اسے پری کی اس معصوم محبت پر پیار آ جاتا پر وہ کسی کی محبت کے قابل کہاں۔ اسے عارب آفندی کے دہکتے جملے سماعتوں میں گونجتے محسوس ہوتے اور وہ ایک بار پھر خاموشی کا لبادہ اوڑھ کر بُت بن جاتی۔ وہ لان کے وسط میں رکھی کرسیوں کی جانب بڑھ رہی تھی تبھی اسے کسی احساس نے پلٹنے پر مجبور کیا۔ اس کے پیچھے کچھ فاصلے پر احمر کھڑا تھا' اسکن فٹنگ اسکائی بلیو ٹی شرٹ میں ملبوس مگر وہ شرٹ اسے تنگ ہو رہی تھی' اس نے غور سے دیکھا تو اچانک اس کے ذہن میں کلک ہوا۔ یہ ٹی شرٹ اس نے تین سال قبل اسے اس کی سال گرہ پر دی تھی جو اس نے بے زاری کے ساتھ لے کر الماری میں ڈال دی تھی یعنی تین سال میں احمر نے اپنا وزن بڑھا لیا تھا۔ اس کی سوچیں کسی اور دھارے پر ہی چل پڑیں' اسے یوں دیکھتا پا کر وہ دو قدم مزید آگے بڑھا اور تب اس نے دیکھا اس نے پچھلے سال دی گئی گھڑی کلائی میں باندھ رکھی تھی۔ وہ متعجب ہوئی وہ دو قدم اور نزدیک ہوا اس کے پرفیوم کی مسحور کن خوشبو نے اس کے نتھنوں کو چھوا۔ اس کا فیورٹ پرفیوم' وہ اسے اکثر یہ پرفیوم گفٹ کرتی تھی۔ آج وہ سرتاپیر اس کے پسند کے سانچے میں ڈھلا ہوا تھا مگر کیوں؟ اس نے اچانک اپنی نظروں کا زاویہ پھیر لیا۔

"کیا ہم کچھ دیر ایک ساتھ چہل قدمی کر سکتے ہیں؟" وہ اس کے نزدیک...... اس کے بالمقابل کھڑا پوچھ رہا تھا۔

"نہیں......" وہ قطعیت سے انکار کرتی واپس جانے کو مڑی مگر احمر نے اس کا ہاتھ تھام کر روک لیا۔

"بہت تنہا رہ گیا ہوں' اب مجھے چھوڑ کر نہ جاؤ عروبہ......" میرس سے دور دو سایوں میں کھلبلی سی مچلی۔

"میں خود کو بھی سزا دیتا رہا اور تمہیں بھی اذیتیں پہنچاتا رہا مگر اب مزید اس نادانی کے سلسلے کو قائم نہیں رکھنا چاہتا' میں انا کا بُت اپنی فضول ضد سب توڑ چکا ہوں اور تم سے تمہیں مانگنا چاہتا ہوں۔" وہ عاجزی سے بولا' اس کے چہرے پر شکستگی کے تاثرات تھے۔

"مگر میں اب ایسا کچھ بھی نہیں چاہتی' میرا ہاتھ چھوڑ دو۔" وہ دوٹوک انکار کر کے اس سے ہاتھ چھڑانے لگی۔

"نہیں چھوڑوں گا۔" اسے ہاتھ چھڑاتا دیکھ کر وہ ضدی لہجے میں بولا۔

"ساتھ چھوڑنے والے ہاتھ کب سے تھامنے لگے۔" وہ تلخی سے کہتی اب اس کی طرف مڑ کر آنکھوں میں آنکھیں ڈالے پوچھ رہی تھی' وہ خاموشی سے اسے دیکھے گیا۔

"میری ذات پر اپنے لفظوں سے سنگ باری کرنے والے آج میرے زخموں پر مرہم رکھنے میں کیوں دلچسپی لے رہے ہیں۔ سوچنا پڑے گا مجھے کہ اب کس لیے میرا استقبال کیا جا رہا ہے۔ کوئی نئی سازش تیار کی جا رہی ہے مجھے قبر تک پہنچانے کی۔ بڑی ڈھیٹ جان ہوں ناں مرتی نہیں......" اس کے لہجے میں بلا کی کاٹ تھی' وہ شدید اضطراب میں لب بھینچ کر رہ گیا۔ "سنو اس بار جو چال چلو تو ایسی چلنا کہ پھر زندگی کا منہ نہ دیکھنا پڑے۔ میں بھی تنگ آ گئی ہوں اس روز کے جینے مرنے سے۔" اب کی بار اس کے لہجے میں بلا کی اذیت بول رہی تھی' وہ تڑپ کر بولا۔

"ایسے نہ کہو عروبہ...... میں سازش تو کر رہا ہوں مگر تمہیں قبر میں اتارنے کی نہیں بلکہ تمہارے دل میں اترنے کی۔" عروبہ اس بات پر ٹھٹکی یہ تو اسی احمر کی جھلک اسے دکھائی دے رہی تھی جو پاگل تھا' دیوانہ تھا' جذباتی تھا۔ محبت کرنے والا' خیال رکھنے والا' اس کا سب سے قیمتی دوست' وہ حیرت سے اسے دیکھتی رہ گئی۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟ وہ پتھر دل احمر تو اسی دن سے آخری سانسیں لے رہا تھا جب سے تم نے اس عارب کے ساتھ گھومنا پھرنا شروع کر دیا تھا اور اس دن تو باقاعدہ قبر میں اتار آیا ہوں جب تمہارا نروس بریک ڈاؤن ہوا تھا۔" وہ بڑی سادگی سے اپنے دل کا حال بیان کرتا آرام سے کرسی پر بیٹھ گیا' اس کا ہاتھ ابھی بھی اس کے ہاتھ میں تھا مجبوراً اس کی تقلید میں اسے بھی بیٹھنا پڑا مگر وہ بیٹھی بھی تو رخ موڑ کر' وہ اسے خاموشی سے یک ٹک دیکھتا رہا' بالآخر وہ جھنجھلا اٹھی۔

"تم پلیز یہ بچپنا چھوڑو اور سیدھے سیدھے بتاؤ کیا چاہتے ہو؟"

"تمہیں...... پتا ہے کہ کتنی دشمنی کی ہے تم نے مجھ سے...... زندگی کی سب سے خاص دوست سے دشمن بن چکی تھیں تم میری۔" وہ اب سنجیدہ ہوگیا تھا اس کی بات پر وہ حیران ہوئی۔

"میں تمہاری دشمن...... دشمن تم بنے ہو یا میں؟"

"تم بنی ہو دشمن عروبہ جہانگیر...... اور کبھی تمہیں اپنی ناانصافیوں کا خیال بھی نہیں آیا۔" اس کے لہجے میں دبا دبا سا غصہ جھلک رہا تھا۔

"تم کہنا کیا چاہتے ہو مسٹر احمر علوی؟" وہ بھی اسی کے انداز میں غرائی۔

"سننا چاہتی ہو تو سنو عروبہ جہانگیر...... تم سے عشق کرنے لگا تھا آج سے نہیں گزشتہ تین سال سے اور تم بے خبر بنی پھرتی تھیں۔ جانتی بھی ہو کہ میں اپنے جذبات دوسروں تک پہنچانے کے معاملے میں بالکل کورا ہوں یوں تو میرے دل کی ہر بات تمہیں چٹکی بجاتے سمجھ آجاتی تھی پھر اس معاملے میں کیوں اناڑی بنی رہیں۔ یار میں کبھی خود سے لڑتا کہ اس لڑکی کے لیے میں ہی رہ گیا ہوں پوری دنیا میں جو شادی شدہ ایک بچی کا باپ ہے۔ کبھی یہ خوف کہ دنیا مجھے بے وفا نہ کہے کبھی یہ ڈر کہ تم میری محبت کو خود غرض نہ سمجھو۔ خود سے لڑتا رہا تکلیف دیتا رہا تمہیں جان کر دکھ پہنچاتا رہا مجھ سے دور ہو جاؤ کبھی یوں خود کو احساس دلاتا کہ تمہیں تمہارا دل دکھتے پر مجھے کچھ محسوس نہ ہوتا مگر ہر بار میں دل ہی دل میں روتا۔ جانتی ہو صبوحی کی برسی پر قبرستان جا کر تمہاری ہی باتیں کیا کرتا۔" وہ سانس لینے کو رکا وہ آنکھیں پھاڑے حیرت زدہ سی اسے دیکھ رہی تھی۔

"جانتی تو ہو تمہارے بغیر میں کچھ بھی نہیں ہوں۔ محبت کرنا بھی نہیں آتی حاصل کرنا بھی نہیں آتا۔ خود دیکھ لو تمہیں اپنی حرکتوں سے کھو ہی بیٹھا تھا وہ تو بھلا ہو عارب کا جو تمہیں چھوڑ کر چلا گیا۔" وہ اب کرسی سے اٹھ کر زمین پر اس کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھتا ہوا ہوئے جواب دیا۔

معصومیت سے بولا۔

"نام نہ لو اس کا میرے سامنے۔" وہ جو اس کا انوکھا اظہار محبت سننے میں ہمہ تن گوش تھی بدمزہ سی ہو کر چڑ کر بولی۔

"ہاں...... نام لینا بھی نہیں چاہتا اس بدنصیب کا۔ میرے اور تمہارے بیچ کسی اور کے نام کی گنجائش بھی نہیں ہونی چاہیے۔" وہ بے ساختہ بول اٹھا۔ وہ ٹانگ پر ٹانگ جمائے اپنا چہرہ ہاتھ کی ہتھیلی پر ٹکائے اسے دلچسپی سے دیکھ رہی تھی۔ اس کا ایک ہاتھ ابھی بھی احمر کے ہاتھوں میں تھا جسے اس نے مضبوطی سے تھاما ہوا تھا۔ وہ اس کی قاتلانہ نگاہوں کا وار سہتے ہوئے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے مسکرا رہا تھا۔ وہ دونوں کچھ دیر تک یونہی ایک دوسرے کو بغور دیکھتے رہے۔

"تم بہت برے ہو۔" بالآخر اس نے بولنے میں پہل کی۔

"تمہارے کمرے میں تازہ پھولوں کے گلدستے میں رکھا کرتا تھا۔" جواب میں اسے اپنا کارنامہ بتایا۔

"پھر بھی برے ہو۔" اس پر کچھ اثر نہ ہوا۔

"اسپیشل ویجی ٹیبل کارن سوپ بھی میں نے بنایا تھا۔" ایک اور کارنامہ بتایا۔

"پھر بھی بہت برے ہو۔" وہ اب بھی اسے برا قرار دے رہی تھی۔

"تم جب ہسپتال میں ایڈمٹ تھیں تو تمہارے پاس بیٹھ کر تم سے اظہار محبت کرتا رہتا تھا۔" وہ بے چارگی سے اب اپنا سب سے بڑا کارنامہ بتا رہا تھا۔

"جانتی ہوں...... پر تم پھر بھی بہت برے ہو۔" وہ اسے کسی طور بھی اچھا کہنے پر راضی نہ تھی۔

"ہونہہ...... اچھا ٹھیک ہے مگر پھر بھی...... آئی لو یو سو مچ......" اس نے جتنا اسے ستایا تھا وہ اتنا ہی اس سے اقرار کروا رہی تھی۔

"بٹ آئی ہیٹ یو......" اس نے ایک ادا سے اتراتے

"بٹ اسٹل آئی لو یو......" وہ اس کی شرارت سمجھ چکا تھا اور مسکراتے ہوئے پورے دل سے اقرار کررہا تھا۔ ٹیرس میں کھڑے دونوں سائے اب ہاتھ ملا کر ایک دوسرے کو مبارک باد دیتے اندر جارہے تھے اور آج انہیں اچھی طرح پتا چل گیا کہ وہ کوئی بھگوڑا نہیں تھا۔

❀......❀......❀

انسان کی سب سے بڑی خوش نصیبی یہ ہے کہ اس کی زندگی کی کہانی لکھنے والا مصنف اپنے کرداروں سے شدید محبت کرتا ہے۔ حالات کتنے ہی کٹھن ہوں' وقت کتنا ہی دشوار ہو' آزمائش کتنی ہی سخت ہو۔ بڑے پیار سے اپنے بندوں کو اس مشکل وقت سے نکال لیتا ہے اور بدلے میں وہ صرف اپنے بندوں سے امید اور اس کی ذات پر یقین چاہتا ہے' وہ اللہ کی اس محبت پر آج یقین لے آئی تھی۔

وہ انتہائی خوب صورت سیاہ مخملی سرخ بارڈر والی ساڑھی میں ملبوس اپنے خوب صورت گھنے بالوں کو دائیں طرف ڈالے آنکھوں میں کاجل کی دھار لگائے اور ہونٹوں کو سرخ گلاب کی پنکھڑی میں ڈھالے بڑی نزاکت سے گرے ڈنر سوٹ میں ملبوس مردانہ وجاہت کا شاہکار احمر علوی کے ہمراہ سیاہ گاڑی کی جانب بڑھ رہی تھی۔ احمر نے بڑے احترام سے اس کے لیے گاڑی کا فرنٹ ڈور وا کیا اور خوب صورت سی مسکان کے ساتھ اسے گاڑی میں بٹھا کر اپنی سیٹ پر جا بیٹھا۔ ان دونوں کے لب محبت سی گوندھی ہوئی مسکان سے سجے تھے' گاڑی میں سی ڈی پلیئر آن ہو چکا تھا۔

غم ہے یا خوشی تُو...... میری زندگی ہے تُو......
میری زندگی ہے تُو......

خان صاحب کے بول کیا گونجے محبت گاڑی میں محو رقص ہوگئی۔ کاجل سے سجی ٹیکھی نظریں جان لیوا انداز میں اپنے ہمسفر کی جانب اٹھیں۔ اس کی زندگی کی سب سے بڑی خوشی آج اس کے ہمراہ تھی' تین دن قبل ہی بہت سادگی کے ساتھ وہ احمر کی زندگی میں داخل ہوئی تھی۔

آفتوں کے دور میں...... چین کی گھڑی ہے تُو
میری زندگی ہے تُو......

ایسا ہی تو تھا' وہ ایک احساس تھی جو سکون بن کر ہمہ وقت اس کے ساتھ رہتی تھی۔ اس کے کٹھن وقت' مشکل حالات کی پُرخلوص ساتھی' اس نے اس کے نازک سے ہاتھ کو ملائمت سے تھام لیا۔ ایک طرح سے وہ اس کے پُرخلوص ساتھ کا شکر گزار ہوتے ہوئے یقین دہانی کروا رہا تھا کہ وہ اب ہمیشہ ساتھ رہیں گے۔

میری رات کا چراغ...... میری نیند بھی تُو
میری زندگی ہے تُو

گاڑی برق رفتاری سے سیاہ سڑک پر رواں دواں تھی' شور مچاتا سمندر' محبوب ہمسفر' ترجمانی جذبات کرتی غزل اور اس نغمہ محبت پر محو رقص زم جھم برستی بارش' برسوں کا خواب آج حقیقت کا روپ دھار چکا تھا' اس کا ہاتھ احمر کے ہاتھ میں تھا' اس نے پُرسکون سے انداز میں احمر کے شانوں پر اپنا سر ٹکا دیا۔ اسے لگا تھا کہ وہ اسے ہار چکا ہے' مگر تقدیر لکھنے والے نے عروبہ کو اس کی جیت بنا کر اس کی زندگی میں شامل کردیا تھا۔ وہ ایک دوسرے کے بغیر اب تک ایک ادھوری زندگی گزار رہے تھے پر اب ایک دوسرے کو پاکر مکمل ہوچکے تھے۔ ٹریفک کے باعث گاڑی چند ثانیے کے لیے رکی تھی تبھی کھڑکی کے شیشے پر دستک ہوئی۔

"سر...... میڈم کے لیے یہ خوب صورت پھولوں کا تحفہ لے لیجیے۔" شیشہ اتارنے پر وہ لڑکا گل دستہ ہاتھ میں تھامے پیشہ وارانہ مسکراہٹ سجائے پُرامید انداز میں چہکا تھا۔ احمر نے سب سے خوب صورت گل دستہ عروبہ کے لیے منتخب کیا۔

"اس شخصیت کے لیے جس کے نام میں اپنی ذات کرچکا ہوں۔" محبت پاش نظروں سے عروبہ کو دیکھتے ہوئے احمر نے گل دستہ اس کی جانب بڑھایا۔ عروبہ نے سر کو ہلکا سا خم دیتے ہوئے گل دستہ ہاتھوں میں تھام لیا۔

نکاح کے دو بولوں نے ان کے دلوں کو مضبوطی سے محبت کے رشتے میں باندھ دیا تھا۔ وہ اپنا آپ بھلائے ایک دوسرے کے رنگ میں رنگ چکے تھے۔ احمر نے اپنے

کاندھے پر لٹکائے اس کے سر پر جذب کے عالم میں ایک بوسہ دیا تو وہ سرشاری مسکرادی۔ ان کی محبت کی گاڑی اپنی تمام تر خوب صورتیوں سمیت زندگی کے سفر پر گامزن تھی۔

❀......❀......❀

ائیر پورٹ پر بین الاقوامی فلائٹ کی روانگی کی اناؤنسمنٹ جاری تھا' لوگوں کی آمد و رفت کا سلسلہ بھی نقطہ عروج پر تھا۔ ایسے میں اپنے مخصوص انداز میں ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے مقابل کے دل کو فتح کر لینے والی شان کے ساتھ اپنی فلائٹ کے انتظار میں بیٹھا تھا۔ وہی سلک ہیئر اسٹائل اور اسمارٹ بزنس شیڈ قیمتی لباس سے اٹھتی مسحور کن خوشبو سب کچھ ویسا ہی تھا بس فرق اتنا تھا کہ آنکھوں میں شوخی کی جگہ ویرانی نے لے لی تھی۔ وہ اتنا بُرا نہ تھا جتنا اس نے بُرا بننے کی کوشش کی تھی صرف اپنے دوست کی زندگی میں خوشیوں کے رنگ بھرنے کی خاطر اس نے اپنی محبت قربان کردی تھی۔

اس دن وہ علوی ہاؤس سے نکلنے کے بعد احمر کے آفس پہنچا تھا اور یہ وہی وقت تھا جب احمر ہذیانی کیفیت میں عروبہ سے محبت کا دم بھر رہا تھا۔ وہ دن اس کے لیے انکشافات کا دن ثابت ہوا تھا۔ احمر کے عروبہ کے لیے جذبات وہ اچھی طرح جان چکا تھا' وہ رات اس نے بہت کچھ سوچتے ہوئے گزاری تھی۔ اس مشینی دور میں جب احساس عنقا ہوتا جارہا ہے' اسے احمر کا درد شدت سے محسوس ہوا اور اس درد کی اذیت کا احساس اس سے وہ فیصلہ کرا گیا جو اس نے کبھی خواب میں بھی نہ سوچا تھا۔

اس کے لیے یہ اہم نہ تھا کہ عروبہ کا ماضی کیا ہے' وہ کس کی بیٹی ہے اس کے ماں باپ جس بھی طبقے سے تعلق رکھتے تھے مگر وہ ایک انمول لڑکی تھی پر ستم ظریفی یہ ہے کہ کچھ لوگ دل میں تو ہمارے بستے ہیں مگر درحقیقت کسی اور کی زندگی میں رنگ بھرنا ان کا مقصد ہوتا ہے سو یہ پڑاؤ بھی اس کی منزل نہ تھا بلکہ وہ تو ذریعہ بنا تھا کسی اور کو اس کی منزل تک پہنچانے کا۔

اس کی فلائٹ کی اناؤنسمنٹ جاری تھی' وہ اپنا ہینڈ بیگ اٹھائے' لمبے لمبے ڈگ بھرتا اپنی منزل کی جانب روانہ ہوگیا۔ وہ محبت کو جان چکا تھا' محبت جان چکا تو اپنے رب کو بھی جان گیا تھا' وہ رب جو اپنے تخلیق کردہ کرداروں سے شدید محبت میں مبتلا ہے اور انہیں وہ کبھی اکیلا نہیں چھوڑتا اس کے لبوں پر ایک آسودہ سی مسکان نے احاطہ کرلیا۔ وہ اپنی منزل سے قریب اور دو دلوں کو ملا کر ان سے دور ہوتا جارہا تھا۔

بھلے دنوں کی بات ہے بھلی سی ایک شکل تھی
نہ یہ کہ حسن تام ہو نہ دیکھنے میں عام سی
نہ یہ کہ وہ چلے تو کہکشاں سی راہ گزر لگے
مگر وہ ساتھ ہو تو پھر بھلا بھلا سا سفر لگے
کوئی بھی رُت ہو اس کی چھب
فضا کا رنگ روپ تھی
وہ گرمیوں کی چھاؤں تھی
وہ سردیوں کی دھوپ تھی
نہ مدتوں جدا رہے نہ ساتھ صبح و شام ہو
نہ رشتۂ وفا پر ضد نہ یہ کہ اذن عام ہو
نہ ایسی خوش لباسیاں کہ سادگی گلہ کرے
نہ اتنی بے تکلفی کہ آئینہ حیا کرے
کبھی تو بات بھی خفی' کبھی سلوک بھی سخن
کبھی تو کشتِ زعفران' کبھی اداسیوں کا بن
نہ اس کو مجھ پہ مان تھا' نہ اس کو مجھ پہ زعم تھا
جب عہد ہی کوئی نہ ہو تو کیا غم شکستگی
سو اپنا اپنا راستہ ہنسی خوشی بدل لیا
وہ اپنی راہ چل پڑی' میں اپنی راہ چل دیا
بھلی سی اس کی شکل تھی' بھلی سی اس کی دوستی
اب اس کی یاد رات دن' نہیں مگر کبھی کبھی!